بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

Regd No. D 67

ہفت روزہ
بدر قادیان
جلد ۱۸ شمارہ ۴۵

The Weekly Badr Qadian

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری
نائب ایڈیٹر: خورشید احمد انور

شرح چندہ
سالانہ ۱۰ روپے
ششماہی ۵ روپے
ممالک غیر ۲۰ روپے
فی پرچہ ۲۵ نئے پیسے

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید
و پائے محمدیاں برمنار بلند تر محکم افتاد

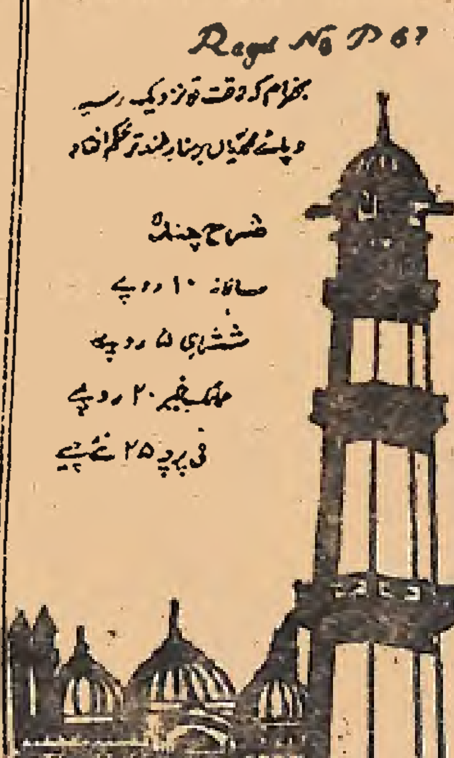

اخبار احمدیہ

قادیان ۳ر نبوّت (نومبر) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق ۳۰ر اخاء (اکتوبر) کی آمدہ اطلاع مظہر ہے کہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ حضور کی حرم محترم، حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی طبیعت بھی بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔ الحمد للہ۔

احباب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت بیگم صاحبہ مدظلہا کی صحت و سلامتی کے لئے التزام سے دُعائیں کرتے رہیں۔

قادیان ۳ر نبوّت۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہٗ اللہ تعالیٰ مع اہل و عیال بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہیں۔ الحمد للہ۔

○ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعت احمدیہ قادیان مع درویشانِ کرام بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ الحمد للہ۔

۲۴ر شعبان ۱۳۸۹ھ ہجری | ۶ر نبوّت ۱۳۴۸ ہش | ۶ر نومبر ۱۹۶۹ء

قسط دوم

تبلیغی و تربیتی دورہ جماعت ہائے احمدیہ کشمیر

از مکرم الحاج مولانا بشیر احمد صاحب فاضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

اِس رپورٹ کی پہلی قسط (بدر ۲۳ر اخاء ۱۳۴۸ ہش) میں خاکسار نے اراکینِ وفد کے تقرر، اُن کی جماعتی سرگرمیوں اور انفرادی مساعی سے متعلق کسی قدر روشنی ڈالی تھی۔ ان انفرادی کوششوں کے علاوہ بحیثیتِ مجموعی وفد نے تبلیغ و تربیت کے ضمن میں کیا لائحہ عمل اپنایا۔ قارئین بدر اِس کارگذاری کو مختصراً ذیل کی سطور میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

تبلیغی جلسے

اخبار بدر میں متعدد مواقع پر شائع ہونے والی رپورٹوں سے احباب کو معلوم ہو گا کہ امسال وفد کا یہ تبلیغی و تربیتی دورہ ۲۳ر وفا کو شروع ہو کر ۲۰ر تبوک کو ختم ہوا۔ عرصہ زیر رپورٹ میں سالہائے گزشتہ کی طرح اکثر جماعتوں میں تبلیغی جلسے بھی منعقد کئے گئے۔ چنانچہ امسال رشی نگر کی جماعت سے یہ جلسے شروع کئے گئے۔ اور علی الترتیب رشی نگر۔ آسنور۔ چک ایمرچھ۔ یاری پورہ۔ اور کنی پورہ، شورت میں عظیم الشان تبلیغی جلسے قائم ہوئے جلسوں کی بابت تفصیلی رپورٹیں اخبار بدر کی گزشتہ اشاعتوں میں شائع ہو چکی ہیں۔ امید ہے قارئین کے ملاحظہ سے گذر چکی ہوں گی۔

چندوں کی فراہمی

نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے یہ اطلاع ملنے پر کہ مکرم ناظر صاحب بیت المال کشمیر کی [illegible] رہے ہیں جملہ اراکینِ وفد کو اطلاع کی گئی کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں میں باقاعدگی سے چندے کی تحریک شروع کر دیں۔ چنانچہ سب اراکینِ وفد نے نہایت تندہی کے ساتھ اس کام کو سرانجام دیا۔ اگرچہ یہ موقع کشمیر کی دیہاتی جماعتوں کے لئے فصل کی آمد کا نہیں ہوتا۔ پھر بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے اُمید سے بڑھ کر احباب نے چندوں کی ادائیگی میں حصہ لیا۔ اور اس فراہمی چندہ میں اراکینِ وفد کی مساعی کا کافی حد تک دخل تھا۔ اللہ تعالیٰ اراکینِ وفد اور ان سب احباب کو جزائے خیر عطاء فرماوے جنہوں نے ناظر صاحب بیت المال کی آمد کے موقع پر مرکز کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے چندہ کی ادائیگی میں حصہ لیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

اِس وفد کے ساتھ مکرم مولوی غلام احمد شاہ صاحب مبلغ کنی پورہ اور مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب مبلغ آسنور بھی کام کرتے رہے۔ مکرم مولوی غلام احمد شاہ صاحب نے کنی پورہ اور شورت میں کام سرانجام دیا۔ اور کچھ دن کے لئے رشی نگر میں مکرم مولوی منظور احمد صاحب کے ساتھ تعاون فرمایا اور وہاں کے احباب کو کشمیری زبان میں نماز یاد کرانے میں مدد دی۔ مکرم مولوی عبد الرحیم صاحب اپنے حلقہ آسنور میں مکرم مولوی عبد الحق صاحب فضل نائب امیر وفد کے ہمراہ کام کرتے رہے۔

وفد کے سرینگر پہنچنے پر خاکسار نے اراکین وفد کو مختلف جگہوں پر متعین کرنے کے سلسلہ میں پروگرام مرتب کیا۔ اور خاکسار خود کنی پورہ شورت، یاری پورہ۔ اور چک ایمرچھ مبلغین کرام کے ہمراہ گیا اور ہر جماعت کو مبلغین کرام کے ساتھ تعاون کرنے کی تحریک کی۔

زاں بعد ہر جماعت میں کام کی دیکھ بھال اور نگرانی کے سلسلہ میں خاکسار نے ایک دورہ کیا۔ اِس دورہ میں تبلیغی جلسوں کا بھی پروگرام متعین کیا گیا۔ اور بعض جگہوں کے تنازعات ختم کرنے کی بھی کوشش کی گئی۔ خاکسار نے وفد کی موجودگی میں مندرجہ ذیل جماعتوں کا دو دو تین تین بار دورہ کیا۔ یاری پورہ۔ چک ایمرچھ کنی پورہ۔ شورت۔ رشی نگر۔ آسنور۔ ماندوجن بانسو۔ ہارن۔ پاری گام۔

ان مقامات میں خاکسار نے [illegible] تربیتی تقاریر کیں اور تبلیغی جلسوں میں چار تقاریر کیں۔ لٹریچر کی امسال [illegible] لٹریچر [illegible] میں موجود تھا وہ [illegible] مبلغین کرام میں تقسیم کیا گیا۔ اور تربیتی کاموں سے فرصت کے بعد اراکینِ وفد تبلیغی کاموں کی طرف توجہ دیتے اور ارد گرد دیہاتوں میں جا کر تبلیغ کرتے رہے۔

سالِ گزشتہ ہمارے ایک ٹریکٹ کے جواب میں یاری پورہ سے ایک غیر مبائع [illegible] نے ایک ٹریکٹ شائع کیا تھا [illegible] کا مدلل جواب خاکسار کی طرف سے لکھا گیا اور محترم ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کی اجازت اور ارشاد کے مطابق اُسے شائع کیا گیا۔ اور اسے احباب میں اور جماعتوں میں تقسیم کیا گیا۔

اننت ناگ ٹریننگ کالج میں تقریر

اننت ناگ ٹریننگ کالج میں تقاریر کے لئے مکرم مولوی غلام نبی صاحب فاضل نے پرنسپل صاحب کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس کالج میں خاکسار کی ایک تقریر سنہ ۱۹۶۷ء میں بھی ہوئی تھی۔ اور اسی وقت پرنسپل صاحب نے فرمایا تھا۔ میں سمجھتا ہوں اس قسم کی تقاریر وقتاً فوقتاً ہونی چاہئیں۔ ان دنوں کشمیر میں فرقہ دارانہ فسادات ہو رہے تھے جو ایک غیر مسلم لڑکی کی ایک مسلمان سے شادی ہونے پر شروع ہوئے تھے۔ اسلئے اس وقت کے حالات کے مطابق ہندو مسلم اتحاد اور مذہبی لحاظ سے دنیا میں امن کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟ کے موضوع پر تقریر کی تھی۔ جو احباب کو اب تک یاد تھی۔

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۱ پر)

جلسہ سالانہ قادیان

بتاریخ ۱۸، ۱۹، ۲۰ر فتح ۱۳۴۸ ہش مطابق ۱۸، ۱۹، ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۹ء منعقد ہو گا

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری اور اجازت سے اٹھترویں جلسہ سالانہ قادیان کے انعقاد کی تاریخیں ۱۸ - ۱۹ - ۲۰ر فتح ۱۳۴۸ ہش مطابق ۱۸، ۱۹، ۲۰ر دسمبر ۱۹۶۹ء رکھی گئی ہیں۔ جملہ پرادنشل امراء۔ عہدیداران جماعت ہائے احمدیہ اور مبلغین کرام سے درخواست ہے کہ احباب کو جلسہ سالانہ قادیان کی مذکورہ تاریخوں سے مطلع کیا جائے تاکہ احباب زیادہ سے زیادہ تعداد میں شمولیت کر کے اس عظیم الشان روحانی اجتماع کی برکات سے مستفید ہو سکیں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

ملک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے راما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: صدر انجمن احمدیہ قادیان۔

ہفت روزہ بدر قادیان
مورخہ ۶ نبوت ۱۳۴۸ ہش

الہامِ الٰہی کے بارہ میں اظہارِ حق

ماہِ ستمبر (تبوک) کی ایک اشاعت میں بعنوان "الہام الٰہی اور شعراء کا کلام" ایک جائزہ پیش کیا گیا تھا چونکہ اس میں ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی کے ایک حوالہ کا بھی ذکر تھا اسلئے معاصر نے اس کا تعاقب فرمایا ہے۔ اگرچہ اس تعاقب میں عنوان سے لیکر نفسِ مضمون تک اندازِ بیان وہی تحقیر آمیز ہے جو احمدیت کے سلسلہ میں مخالف علماء کا رہا ہے۔ اور گو یہ طریق اس عالی ظرفی کے ساتھ میل نہیں کھاتا جس کا اظہار ہفت روزہ کے مدیر محترم چندبار اپنے اخبار میں فرما چکے ہیں۔ تاہم وہ جانیں اور ان کا کام ہم اس بات کو حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ کُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔

فاضل مُدیر نے ہمارے مضمون کا ایک حصّہ نقل کرکے "جواب" میں لکھا ہے :۔

"جناب ایڈیٹر صاحب نے اقبال کے جواب پر طعیت کا الزام لگایا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ یہ الزام زیادہ بہتر طور پر خود اُن کی تنقید پر عائد ہوتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نہ اقبال کے ذہن میں یہ بات تھی اور نہ اس کے نقل کرنے والے کے ذہن میں کہ شاعری اور الہام دونوں ایک قسم کی چیزیں ہیں۔ مگر جو لوگ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کوئی شوشہ ملے اور اس کو لے کر تنقید نگاری شروع کر دیں وہ اس طرح نہیں سوچتے۔ اُن کے لئے یہ بات کافی ہے کہ انہیں ایک شوشہ مل گیا ہے جس کو لے کر وہ کوئی طوفان کھڑا کر سکتے ہیں۔"

آخر میں اقبال کی وکالت کرتے ہوئے لکھا :۔

"اقبال کا مقصد صرف یہ تھا کہ ایک شخص جو وحی کو تسلیم نہیں کرتا اس کو کسی معلوم محسوس واقعہ کا حوالہ دے کر اس کے لئے قابلِ فہم بنایا جاتے۔ انہوں نے کہا مجھے ذاتی تجربہ ہے کہ اکثر اوقات ایسے الفاظ اور خیالات دماغ میں ٹپک پڑتے ہیں جو پہلے سے شعوری طور پر دماغ میں نہ تھے۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ القائے خیالات کا کوئی ایسا سرچشمہ بھی ہے جو عام محسوسات کے ماورا اپنا وجود رکھتا ہے۔"

"اقبال کی یہ بات صرف تقریبِ ذہنی کے لئے یا ایک معلوم چیز کا حوالہ دے کر نامعلوم چیز کو قابلِ فہم بنانے کی غرض سے تھی نہ کہ کلّی معنوں میں وحی کی حقیقت بتانے کے لئے۔"

(ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی ۱۰ اکتوبر ۱۹۶۹ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو ہدایت فرمائی ہے کہ تم میں سے جس کسی کو کوئی امر منکر نظر آئے اس کا فرض ہے کہ اس کی اصلاح کی کوشش کرے پہلے ہاتھ سے، اگر ایسا موقعہ نہیں تو زبان سے اور اگر اس کی طاقت نہیں تو کم سے کم دل میں اس سے اظہارِ نفرت کرے۔ اور فرمایا کہ تیسری صورت اضعف الایمان ہے۔ اخبار بدر میں ہم نے جو کچھ لکھا یا اسی نوع کی جو بات بھی ہم بیان کرتے ہیں، اسی ارشادِ نبوی کی تعمیل میں ہوتی ہے۔ اور اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ (ھود ع) کے ارشادِ خداوندی پر عملدرآمد کرتے ہوئے ہوتی ہے۔ اب اگر فاضل مدیر اسے "شوشہ تلاش کرنے" اور حقیقت الامر کی وضاحت کو "اس پر طوفان کھڑا کر دینے" کا فتویٰ دیں تو یہ اُن کی بزرگی ہے۔ قارئین خود فیصلہ فرمائیں گے کہ اس فتویٰ کی زد کہاں پڑتی ہے۔ ہمیں اس سے کچھ تعرض نہیں جو چاہیں کہتے رہیں ہم اپنا فرض ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ اگر کسی بھائی نے ہماری بات کو بغور مطالعہ نہیں فرمایا تو ہم توقع رکھتے ہیں کہ وہ دوسری اور تیسری بار توجہ فرمائیں گے۔ اور اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ اور اگر پھر بھی انہیں اختلاف ہے تو شوق سے اختلاف رکھیں یہ اُن کی اپنی صواب دید ہے۔ ہماری غرض نہ کسی کی تنقیص کرنا ہے اور نہ کسی کی خفت مقصود۔ ہم ایسے خیالات سے ہمیشہ خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ دُنیا کے سامنے جب بھی اسلامی نظریات اور اصول پیش ہوں تو صحیح اور غیر مشتبہ صورت میں۔ تا ایسا ہو کہ جو شخص بھی اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے، اُسے اس کا مقصود و مطلوب ملے۔ اور تا مسلمانوں کی نئی پود بھی ساتھ کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا اپنی اصل اور صحیح تفصیل کے ساتھ مطالعہ کرے۔ اس کے ذہن پر بیرونی غیر اسلامی نظریات و خیالات کا جو اثر مترتب ہو سکتا ہے اس سے متاثر نہ ہو۔ اس طرح ہم مُسلمانانِ ہند بالخصوص، موجودہ حالات میں، اسلامی قدروں کو اپنی اصل صورت میں نسلاً بعد نسلٍ آگے منتقل کرتے چلے جائیں۔ کہ یہ بھی ایک اہم فریضہ ہے۔

اسی نقطۂ نظر سے ہم نے اپنے سابقہ جائزہ میں یہ عرض کیا تھا کہ "ایسی روایت کا مطلق طور پر شائع ہونا دینی اور رُوحانی قدروں کے صحیح رنگ میں سمجھنے کے سلسلہ میں بہت سی غلط فہمیوں کا باعث ہو سکتا ہے۔" اور اس کے ساتھ ہم نے مسئلہ کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے بتایا تھا کہ "شعراء کے کلام اور اُن پر مضمونِ نو کی "آمد" کو اصطلاحی رنگ کے الہامِ الٰہی کے برابر اور ہم پلہ سمجھ لینا غلطی ہے بالخصوص جبکہ دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ اور واضح کیا تھا کہ الہامِ الٰہی کے ساتھ بعض قسم کی بیّن علامات ہوتی ہیں۔ ان علامتوں کے ذریعہ الہامِ الٰہی کو شعراء کے کلام سے ممتاز کیا جا سکتا ہے۔

اس مفصّل جائزہ سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ اس الحاد اور بے دینی کے زمانہ میں یورپ کے فلسفہ زدہ مستشرقین نے قرآنی وحی کے بارے میں جو شکوک و شبہات پھیلا رکھے ہیں اُن کا ازالہ ہو اور وحی الٰہی کی نسبت جو اشتباہ شعراء کی کلام کی مثال دے کر پیدا ہو جاتا ہے اُسے بھی دُور کر دیا جائے —— مستشرقینِ یورپ (اور ان کی اتباع میں دیگر غیر مسلم بھی) اہلِ اسلام کے نقطۂ نظر کی طرح قرآنی وحی کو لفظاً لفظاً خدا تعالیٰ کا کلام قرار دینے کے لئے تیار نہیں۔ وہ نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید کے تمام الفاظ خدا کے فرمودہ ہیں۔ ان میں سے غالب اکثریت ایسے ہی لوگوں کی ہے جو قرآنِ کریم کو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس صورت میں اگر انہیں میں سے کسی معترض کے جواب میں کسی شاعر کے ایسے جواب کو بغیر مزید تفصیل و تشریح کے نقل کر دیا جائے :۔

(۱) "مجھ پر خود ڈھلے ڈھلائے اشعار الہام ہوتے ہیں" (رہنمائے دکن ۷ اپریل ۶۹ء)
(۲) "میرا تجربہ ہے مجھ پر شعر پُورا اُترتا ہے تو پیغمبر پر عبارت پُوری کیوں نہیں اُتری ہوگی"
(الجمعیۃ دہلی ۸ اگست ۶۹ء)

تو کیا اس سے مؤخر الذکر لوگوں کے خیالات کو تقویت نہیں ملتی؟ بے شک بادی النظر میں اس جواب کو تقریبِ ذہنی کہا جا سکتا ہے جیسا کہ ہفت روزہ الجمعیۃ کے فاضل مُدیر نے وضاحت فرمائی ہے۔ لیکن یہ تقریبِ ذہنی بھی خوب ہے۔ ایسی صورت میں تو "آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" والا معاملہ ہوا۔ غور فرمائیے! اس طرح کی تقریبِ ذہنی نے آخر کیا کام کیا؟ یہی نا کہ قرآنی وحی کے بارے میں معترض پہلے ایک قسم کی غلط فہمی میں مبتلا تھا، شاعر صاحب کی تشبیہ و تمثیل کے ساتھ ایک دُوسری غلط فہمی کا شکار ہو گیا یا بنا دیا گیا۔ ماسوا اس کے روایت میں اس بات کا کوئی قطعی ثبوت نہیں ملتا کہ ڈاکٹر لوکس، اقبال کی بات سُن کر قرآنی وحی کے بارے میں مطمئن ہو گئے تھے۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ دیگر مستشرقین کی طرح وہ بھی قرآن کریم کو (نعوذ باللہ) رسُول اللہ کی تصنیف اور غور و فکر کا نتیجہ خیال کرتے ہوں۔ نہ صرف ڈاکٹر لوکس بلکہ ہر وہ شخص بھی اسی طرح کی غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتا ہے جسے الہامِ الٰہی کی حقیقت اور دیگر تفصیلات کا نہ ذاتی تجربہ ہے اور نہ اس بارے میں وہ کوئی گہرا مطالعہ رکھتا ہے۔ اور یہی وہ بات ہے جس کا نوٹس لینا ہم نے ضروری خیال کیا تھا —— اور اسی سیاق میں ہم نے عرض کیا تھا کہ :۔

"اصل بات یہ ہے کہ بعض لوگ جنہیں الہامِ الٰہی کی حقیقت اور اس کے نزول کی تفصیلات کا نہ ذاتی علم ہے اور نہ اس بارے میں گہرا مطالعہ اور تدبّر رکھتے ہیں محض سطحی معلومات کے سبب ایسی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے اس امتیازی سلوک کو مشتبہ کرتے اور اس احسانِ عظیم کی قدر ناشناسی کے مترادف ہوتی ہے جو وہ اپنے خاص بندوں کو مکالمہ و مخاطبہ کا شرف بخش کر فرماتا ہے۔"

اور ساتھ ہی ہم نے مقدس بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ایک حوالہ سے اس فرق کو واضح کر دیا تھا کہ شعراء کا کلام، الہامِ الٰہی سے کچھ بھی نسبت نہیں رکھتا۔ اسلئے کہ شعراء کا کلام اُن کے گہرے سوچ بچار اور غور و فکر اور ایسے مضامین کی تلاش کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے سچّے اور پاکیزہ الہام میں مُلہَم کے اپنے غور و فکر کا مطلق عمل دخل نہیں ہوتا۔ اور قرآنی وحی کا مرتبہ تو تمام دوسرے الہامات سے بہت ہی بلند اور بے نظیر ہے۔ اور ہر قسم کے انسانی خیالات و تفکرات سے بکلّی پاک و صاف ہے۔

ہمیں بالغ نظر اور معاملہ فہم قارئین سے توقع ہے کہ وہ اس دقیق مگر نمایاں فرق کو سمجھ گئے ہوں گے۔ لیکن چونکہ ہر شخص کی قوّتِ فکریّہ اپنے اپنے ڈھنگ سے کام کر رہی ہوتی ہے۔ اس لئے ہمارے اس نوٹ کو پڑھ کر ہفت روزہ الجمعیّۃ کے فاضل مُدیر نے شاعرِ مشرق کی پوزیشن کو صاف کرنا زیادہ اہم اور ضروری جانا اور اصل مسئلہ کی حقیقت اور اس کی اہمیّت پر غور فرمانا ضروری نہ سمجھا۔ شاید اس لیے کہ یہ بات بقول اُن کے "قادیانی ہفت روزہ" نے سلسلہ کے مقدّس بانی کی طرف منسوب کرکے تفصیل کے ساتھ بیان کی تھی۔ حالانکہ اِسلامی اور دینی قدروں کی صفائی ہر سچّے مُسلمان کا اہم فریضہ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس الحاد اور بے دینی کے زمانہ میں جبکہ مخالفین کی طرف سے باقاعدہ سوچی سمجھی

(باقی دیکھیں صفحہ ۱۱ پر)

جو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا خادم ہے وہ دراصل اس کی ساری مخلوق کا خادم ہے

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی سولہویں تربیتی کلاس کے افتتاح کے موقعہ پر

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا روح پرور خطاب

۱۱ وفا ۱۳۴۸ ہش مطابق ۱۱ جولائی ۱۹۶۹ء کو بعد نمازِ مغرب مسجد مبارک میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام جاری ہونے والی سولہویں تربیتی کلاس کا افتتاح کرتے ہوئے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے کلاس میں شامل ہونے والے خدام کو مخاطب کرتے ہوئے ساری جماعت کو بعض قیمتی نصائح سے نوازا۔ حضور کی اس تقریر کا پورا متن ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

(خاکسار سلطان احمد پیر کوٹی)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مجلس خدام الاحمدیہ کی سولہویں تربیتی کلاس کا آج اس وقت میں افتتاح کر رہا ہوں۔ گذشتہ سالوں میں خدام الاحمدیہ اپنی اس کلاس کی طرف پوری توجہ نہیں دیتے رہے۔ اس لئے میں نے اس دفعہ مجلس مرکزیہ سے یہ کہا تھا کہ اگر

سَو مجالس کے نمائندے

کلاس میں شامل نہ ہوئے تو اس کا افتتاح میں نہیں کروں گا۔ مجلس مرکزیہ نے دعاؤں کے ساتھ کوشش کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فضل کیا کہ آج بڑی خاصی تعداد میں خدام اس کلاس میں شامل ہو رہے ہیں۔ اور خاصی زیادہ مجالس کے خدام اس میں شامل ہو رہے ہیں۔ جو نقشہ اس وقت میرے سامنے رکھا گیا ہے اس کے مطابق سنہ ۱۳۴۵ ہش / ۱۹۶۶ء میں اس کلاس میں صرف ۴۱ مجالس نے حصہ لیا تھا۔ سنہ ۱۳۴۶ ہش / ۱۹۶۷ء میں صرف ۳۰ مجالس نے اس میں حصہ لیا تھا اور سنہ ۱۳۴۷ ہش / ۱۹۶۸ء میں ۷۰ مجالس نے حصہ لیا تھا اور امسال یعنی سنہ ۱۳۴۸ ہش / ۱۹۶۹ء میں ۱۳۲ مجالس اس کلاس میں شامل ہو رہی ہیں۔ یعنی پچھلے سال سے قریباً

دُگنی تعداد

میں۔ یہی حال شامل ہونے والے خدام کی تعداد کا ہے۔ ربوہ سے صرف پانچ خدام کو اس میں شمولیت کی اجازت دی گئی ہے۔ جو خدام باہر کی مجالس سے آئے ہیں ان میں سے بعض کو ابھی یہ پتہ نہیں کہ مسجد میں باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ان کی آواز کی بھنبھناہٹ کانوں کو بُری لگ رہی تھی اور دل کو تکلیف دے رہی تھی۔ لیکن ایک پہلو خوشی کا بھی تھا کہ کثرت سے خدام اس کلاس میں شامل ہوئے ہیں۔ گو ابھی وہ تربیت چاہتے ہیں اور

یہ ہمارا کام ہے

کہ ان کی تربیت کریں اور ہم امید رکھتے اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں تربیت حاصل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

عزیز بچو!

آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں بہت سے لوگ خادم رکھا کرتے ہیں۔ اور جو بڑے امیر لوگ ہیں اُن کے بہت سے خادم ہوتے ہیں۔ اور وہ امیر ہر ایک خادم سے پوری خدمت لے رہے ہوتے ہیں۔ مثلاً جو خادم اپنے آقا کو کھانا کھلانے پر مامور ہے، اس سے یہ امید رکھی جاتی ہے کہ وہ وقت پر کھانا کھلانے کا برتن پوری طرح صاف کرے گا۔ اس کی رکابی یا گلاس پر میل کا ذرا سا نشان بھی نہیں ہوگا وغیرہ۔ غرض بہت سے کام زندگی سے تعلق رکھنے والے اس چھوٹے سے معاملہ کے متعلق اس کے سپرد ہوتے ہیں۔ مثلاً اُس نے اپنے مالک کو کھانا کھلانا ہوتا ہے مالک پوری تاکید کے ساتھ اُسے ہدایتیں دیتا ہے۔ اور اس سے یہ اُمید رکھتا ہے کہ وہ پوری توجہ اور محنت اور پیار کے ساتھ کام کرے گا۔ پھر وہ تنخواہ بھی اُسے دُوسروں سے زیادہ دیتا ہے۔ اس کے کپڑوں کا بھی وہ خیال رکھتا ہے۔ اس کے بچوں کے کھانے اور پڑھائی کا بھی وہ خیال رکھتا ہے۔ اسی طرح اس کے جو دوسرے خادم ہیں اُن سے بھی وہ کام لیتا ہے لیکن ان لوگوں کی نسبت جو اس سے کم دولتمند ہیں اپنے خادموں سے زیادہ پیار کرتا اور اُن کا زیادہ خیال رکھتا ہے۔ اب دیکھو! آپ لوگ

اللہ اور اس کے دین کے خادم

ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر اور مجھ پر کہ میں بھی اس کا ایک ادنیٰ خادم ہوں بہت سی ذمہ داریاں ڈالی ہیں۔ جو دنیادار شخص ہے وہ تو اپنے خادم سے ظاہری پاکیزگی اور صفائی کی توقع رکھتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے خدام سے نہ صرف ظاہری بلکہ باطنی صفائی اور پاکیزگی اور طہارت کی اُمید رکھتا ہے۔ اور جو اللہ کا خادم ہو وہ اس کی ساری مخلوق کا خادم ہے اور بہت بڑی ذمہ داریاں ہیں جو اس خدمت کی ہم پر ڈالی گئی ہیں۔ مثلاً ہم صرف انسان کے خادم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خادم ہونے کی حیثیت سے ہم ان کے بھی خادم ہیں جو انسان نہیں بلکہ جو جاندار بھی نہیں مثلاً

ہمیں خُدا نے کہا

کہ اگر تم میرے خادم بنا چاہتے ہو تو تمہیں درختوں کے خادم بننا پڑے گا۔ اور اس نے حکم دیا ہے کہ پھل دار درختوں کو کاٹنا نہیں۔ اُن کی ٹہنیوں کو توڑنا نہیں۔ ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچانا۔ پھر سب درختوں کے اندر نشو ونما۔ بڑھنے پھلنے اور پھولنے کی اور بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی جو طاقت اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے۔ اس طاقت کے نشو ونما میں ان کا ہاتھ بٹانا اور ان کی خدمت کرنا ہے۔ اسلام میں اس بات کی بڑی تاکید کی گئی ہے۔

ایک واقعہ

ایک جنگ کے موقعہ پر مسلمانوں کی جانیں بچانے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گنتی کے چند درخت کاٹنے پڑے تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کو اتنی اہمیت دی کہ قرآن کریم میں یہ ذکر کیا کہ وہ درخت میرے حکم سے کاٹے گئے ہیں۔ تا دنیا اور دنیوی منکرین محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض نہ کریں کہ خدا کے حکم کے بغیر اور خدا کی مرضی کے خلاف آپؐ نے ان درختوں کو کاٹ دیا۔ پس ہمیں

اتمامِ حجّت

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

نشاں کو دیکھ کر انکار کب تک پیش جائیگا
ارے اک اور جھوٹوں پر قیامت آنیوالی ہے

یہ کیا عادت ہے کیوں سچی گواہی کو چھپاتا ہے
تری اک روز اے گستاخ شامت آنیوالی ہے

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصاں نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنیوالی ہے

خدا رسوا کریگا تم کو میں اعزاز پاؤں گا!
سنو اے منکرو! اب یہ کرامت آنیوالی ہے

خدا ظاہر کریگا اک نشاں پُر رعب و پُر ہیبت
دلوں میں اس نشاں سے استقامت آنیوالی ہے

خدا کے پاک بندے دُوسروں پر ہوتے ہیں غالب
مری خاطر خدا سے یہ علامت آنیوالی ہے

(درثمین اُردو)

اللہ تعالیٰ نے درختوں کا بھی جو غیر جاندار ہیں خادم بنایا ہے۔

پھر سڑکیں ہیں۔ آپ کو اور ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان سڑکوں کا بھی خادم بنایا ہے۔ اور کہا ہے کہ

اگر تم میرے خادم بننا چاہتے ہو

تو تمہیں سڑکوں کی خدمت بھی کرنی پڑے گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رستوں پر سے گندگی اور تکلیف پہنچانے والی چیزوں کو پرے ہٹا دینا بھی ایمان کا ایک جزو ہے اور جو ایسا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لیتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے حکم سے اور اس کے منشا کے مطابق اور اس کو خوش کرنے کیلئے سڑک کی خدمت میں لگ گیا۔

اب

آپ اپنے ماحول میں دیکھیں

کہ کتنے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو جانتے سمجھتے اور پھر اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اور اس گندے ماحول میں ہمارے بہت سے احمدی خدام بھی ایسے ہوں گے جن کو یہ خیال نہیں آتا ہوگا کہ سڑک پر کوئی تکلیف دہ چیز نہ پھینکیں اوّل تو سڑک پر کھانا پسندیدہ نہیں لیکن اگر کہیں ضرورت پڑ جائے (بعض دفعہ مسافروں کو سڑک کے کنارے پر کھانے کی جائز ضرورت پڑ جاتی ہے) تو وہ تربوز کھائیں گے تو اس کے چھلکے وہیں سڑک پر پھینک دیں گے۔ آم کھائیں گے تو اس کی گٹھلیاں وغیرہ وہیں سڑک پر پھینک دیں گے۔ کیلا کھائیں گے تو اس کے چھلکے وہیں سڑک پر پھینک دیں گے۔ اور بعض دفعہ آٹھ دس منٹ کے بعد کوئی بچہ وہاں دوڑتا ہوا وہاں سے گذرے اور کیلے کے چھلکے یا آم کی گٹھلی یا تربوز کے چھلکے پر سے پاؤں پھسلے اور گرے اور اس کی کوئی ہڈی ٹوٹ جائے تو ایسے شخص نے اس سڑک کی خدمت نہیں کی۔ نیز اس نے بنی نوع انسان میں سے کسی کو تکلیف پہنچانے کا امکان پیدا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ بعض دفعہ ایسے لوگوں کو اپنے فضل سے بچا بھی لیتا ہے لیکن اگر کسی ایک شخص کو بھی اس کی وجہ سے دکھ پہنچا تو اپنے ربّ سے وہ کیا کہے گا کہ میں نے دعویٰ تو کیا تھا کہ میں تیرا خادم ہوں لیکن میں نے خدمت کے تقاضوں کو پورا نہیں کیا۔ پھر جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اس نے ہمیں ہر مخلوق کا خادم بنا دیا لیکن چونکہ ہر چیز کو اس نے انسان کیلئے یعنی اس کے فائدہ کے لئے، اس کے آرام کے لئے اور اس کی قوتوں کے نشوونما کیلئے پیدا کیا ہے تاکہ وہ اپنے ربّ کی رضا زیادہ سے زیادہ حاصل

کرتا چلا جائے۔ اِس لئے

سب سے بڑا خادم

اس نے ہمیں انسان کا بنایا ہے۔ جتنے احکام ہمیں قرآن کریم کی تعلیم میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ اور ارشادات میں نظر آتے ہیں ان سب کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ بنی نوع انسان کی خدمت سے ہے۔ اگر ہم ہر حکم کو لے کر غور کریں تو بات ثابت تو ہو سکتی ہے لیکن اس کے لئے بڑا وقت چاہیئے۔ ہاں چند مثالیں دی جا سکتی ہیں۔

اِسلام

ایک ایسا مذہب ہے جس نے یہ اعلان بھی کیا کہ ساری زمین اور اس کی ساری اشیاء، آسمان اور اس کے سارے ستارے اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت کے لئے مسخّر کئے ہیں۔ پھر اس نے اپنے خادموں اور اپنی طرف منسوب ہونے والوں کو بھی کہا کہ تم نے یہ خدمت کرنی ہے اور جو حکم اللہ تعالیٰ نے دئے وہ ایسے نہیں تھے جو ایک مسلمان میں اور ایک غیر مسلم میں (جہاں تک خدمت کا تعلق تھا) فرق کرنے والے ہوں۔ مثلاً اس نے یہ کہا کہ کسی پر بہتان نہیں تراشنا۔ اب اس نے یہ نہیں کہا کہ کسی مسلمان پر بہتان نہیں تراشنا، بلکہ اس نے کہا کہ کسی انسان کے خلاف بہتان نہیں تراشنا۔ پھر مثلاً اس نے کہا کہ ظلم نہیں کرنا۔ تو اس نے یہ نہیں کہا کہ اپنے بھائیوں پر ظلم نہیں کرنا جیسا کہ بعض دوسرے مذاہب نے اگر سود کی ممانعت کی تو صرف یہ کہا کہ اپنے ہم مذہبوں سے سود نہیں لینا۔ غیروں کو بے شک لوٹو۔ اور اُن کے اموال پر ناجائز قبضہ کرو اور بغیر حق کے ان کے اموال کھاؤ بلکہ اسلام نے یہ کہا کہ ظلم نہیں کرنا، اور جب یہ کہا کہ ظلم نہیں کرنا تو ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس سے میرا مطلب صرف یہ نہیں کہ مسلمان پر ظلم نہیں کرنا بلکہ میرا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان پر ظلم نہیں کرنا۔ اور جب اسلام نے سود کی ممانعت کی تو اس نے یہ نہیں کہا کہ مسلمان سے سود نہیں لینا، ہاں یہودیوں سے سود لینا جائز ہے۔ یا ہندوؤں سے سود لینا جائز ہے بلکہ یہ کہا کہ یہودی ہو یا عیسائی ہو یا ہندو ہو یا دہریہ ہو، جو اللہ تعالیٰ کو بُرا بھلا کہنے والا ہو تم نے ان میں سے کسی سے بھی سود نہیں لینا۔ تم نے کسی انسان سے سود نہیں لینا۔ پھر جب اُس نے یہ کہا کہ اگر کوئی بھوکا تمہیں نظر آئے تو

تُم پر یہ ذمّہ داری ہے

کہ تم اُسے کھانا کھلاؤ تو اُس نے یہ نہیں کہا کہ کوئی مسلمان تمہیں بھوکا نظر آئے تو تم اُسے کھانا کھلاؤ۔ بلکہ اُس نے یہ کہا کہ کوئی دہریہ بھوکا تمہیں تمہیں نظر آجائے۔ کوئی یہودی بھوکا تمہیں نظر آجائے، کوئی عیسائی بھوکا تمہیں نظر آجائے۔ کوئی ہندو بھوکا تمہیں نظر آجائے۔ کوئی امیر بھوکا تمہیں نظر آجائے (وقتی طور پر ایک امیر بھی بھوکا ہو سکتا ہے۔ مثلاً وہ ابن سبیل ہے اور اس کی جیب کتری گئی ہے اور وہ وقتی طور پر غریب ہو گیا ہے۔ کیونکہ وہ غیر جگہ پر ہے اور اس کی جیب میں پیسے نہیں) تمہیں کوئی غریب بھوکا نظر آجائے تو ہر دو کا تم نے پیٹ بھرنا ہے۔ ہر دو کا تم نے خیال رکھنا ہے۔ ہر دو کو تم نے آرام پہنچانا ہے۔ پھر جب اس نے کہا کہ تم نے کسی کو بھی دُکھ نہیں پہنچانا تو اُس نے یہ نہیں کہا کہ تم نے کسی مسلمان کو دُکھ نہیں پہنچانا بلکہ اس نے یہ کہا کہ کسی انسان کو بھی دُکھ نہیں پہنچانا خواہ اس کا تعلق کسی مذہب سے ہو، یا وہ لامذہب دہریہ یا بُت پرست ہو۔ خواہ وہ انبیاء کو بُرا بھلا کہنے والا ہو۔ خواہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے

نبی کریمؐ جیسے محسن

کے خلاف نفرت کے جذبات رکھنے والا ہو۔ تم نے کسی کو بھی دکھ نہیں پہنچانا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے اس جنس (بنی نوع انسان) کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ ہاں وہ اپنی بدقسمتی سے اور اپنی جہالت کے نتیجہ میں اپنے اس شرف کو بعض دفعہ کھو دیتے ہیں۔ اس کی سزا میں انہیں دوں گا۔ لیکن تمہاری نگاہ میں ایسے انسان کے لئے بھی جس نے عزّت کے جامہ کو اپنے ہاتھ سے پھاڑ دیا ہو۔ حقارت۔ نفرت اور بے عزّتی کے جذبات پیدا نہیں ہونے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے

کہ اُس نے ہمیں اپنا خادم (اگر ہم واقعی اس کی نگاہ میں خادم بن جائیں تو اس سے بڑا احسان اور کیا ہو سکتا ہے) بنا کر اپنی ہر مخلوق کی خدمت پر لگا دیا۔ اور اس کے مقابلہ میں ہم سے اس جزا کا، ان انعامات کا وعدہ کیا کہ بڑے سے بڑا امیر بلکہ دُنیا کے سارے امراء اور دولتمند اکٹھے ہو کر بھی اس جزا کا کروڑواں حصّہ بلکہ اربواں حصّہ جزا یا بدلہ، یا اُجرت یا تنخواہ (جو نام بھی آپ رکھ لیں) نہیں دے سکتے۔

غرض ہم پر اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی فضل کیا ہے کہ اس نے ہمیں اپنا خادم بنا لیا ہے۔ اگر ہم

خدمت کے تقاضوں کو

پُورا کریں تو جو اُجرت یا جو انعام یا جو فضل یا محبّت کا جو سلوک اللہ تعالیٰ ہم سے کرے گا وہ اتنا بڑا اجر۔ اتنا بڑا انعام۔ اتنی اچھی اور پیاری اور خوبصورت چیز ہے کہ اگر ہم اس کو پا لیں تو اس دُنیا کی ساری نعمتوں کو ہم نے پا لیا۔ کیونکہ ساری مخلوق مِل کر بھی عزّت کی اس نگاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی جو انسان اپنے ربّ کی نگاہ میں پاتا ہے۔ اور اس کی قدر اور قیمت کو وہ سمجھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے

کہ ہم خدمت کی ذمّہ داریوں کو پوری طرح نباہیں۔ مختلف پہلوؤں سے اور مختلف شعبوں سے تعلّق رکھنے والی خدمات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کر دیا ہے۔ ہم اسلام کی تعلیم کو سُننے اور سمجھنے اور یاد رکھنے کے لئے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ اس نیّت کے ساتھ کہ ہم اپنی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی ہدایات کو پُورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ توفیق پانا بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہو سکتا ہے۔ اس لئے اب میں دُعا کراؤں گا۔ آپ بھی دُعا کریں اور سب احمدیوں کے لئے دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خادم ہونے کی حیثیت سے جو ذمّہ داریاں جماعت احمدیہ پر ڈالی ہیں وہ خود اپنے فضل سے توفیق دے کہ ہم ان کو ادا کر سکیں۔ اور خلوص نیّت سے ادا کر سکیں۔ تاکہ جن نعمتوں کا جن رحمتوں کا، جن فضلوں کا، جس پیار کا ہمیں اس کے بدلہ میں وعدہ دیا گیا ہے ان نعمتوں کو، ان رحمتوں کو، ان فضلوں کو اور اُس پیار کو ہم پانے والے ہوں آمین۔

اس کے بعد حضورؓ نے سب حاضرین سمیت ایک لمبی اور پُر سوز دُعا کرائی۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۹)

۱۴۲۴ مکرم حاجی بشیر احمد صاحب
۱۴۲۷ " ماسٹر رحمت اللہ صاحب
۱۴۴۱ " نصیر الدین احمد صاحب
۱۴۴۶ " ایم محمد ایوب صاحب
۱۴۷۶ " بشیر الدین احمد صاحب
۱۵۴۷ مکرم محمود علی صاحب
۱۶۲۰ " محمد صادق صاحب
۱۶۳۸ " الحاج سیٹھ محمد معین الدین صاحب
۱۷۸۶ " نائیک محمد بشیر صاحب
۱۹۵۱ " مرزا عبد الحق صاحب
۱۹۲۱ " اعجاز احمد صاحب

قرآنِ کریم کی رُو سے آسمان پر انسان کے رفعِ جسمانی کی حقیقت

خدا تعالیٰ کا اٹل قانون اور غیر متبدّل سُنّت

از محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب فاضل قادیانی نائب ناظر تالیف و تصنیف

واضح رہے کہ السّماء کا لفظ عربی زبان میں مندرجہ ذیل معانی رکھتا ہے۔

(۱) بادل۔ (۲) فضائی بلندی اور نظر آنے والے آسمانی کُرّے۔ (۳) وہ آسمان جو ہر قسم کے تغیّر و تبدّل سے بالا ہیں جہاں انبیاء کی رُوحیں بعد وفات مقیم ہوتی ہیں۔

قرآن کریم کی رُو سے انسان اپنے جسم خاکی کی موجودگی میں بغیر آلات اور آلات کے ذریعہ سے تیسری قسم کے آسمانوں تک نہیں جاسکتا نہ وہاں تک اس کی رسائی ممکن ہے۔ وہاں وہ صرف بعد وفات ہی جا سکتا ہے۔ اور پھر جانے کے بعد وہاں سے واپس نہیں لوٹ سکتا۔ باقی رہے پہلی دو قسم کے آسمان یعنی بادل اور فضائی بلندی اور کُرّے تو اُن تک انسان اپنے خاکی جسم کے ساتھ بغیر آلات نہیں جا سکتا۔ ہاں آلات کی مدد سے وہ ان تک پہنچ سکتا ہے۔ چنانچہ اب وہ چاند تک جا پہنچا ہے۔ اور اس طرح بلندی کو سر کرکے وہ دیگر کُروں تک بھی رسائی پیدا کرکے اُن کے ساتھ اپنے روابط قائم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔

حضرت مسیح موعود بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے قرآن کریم کی جن تیس ۳۰ آیات سے حضرت مسیحؑ کی وفات ثابت کی اور ان کا جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ جانا باطل ثابت کیا ان میں سے مندرجہ ذیل آیات بھی ہیں:۔

(۱) وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے انسانو! تمہارا قیام زمین ہی میں رہے گا۔ اور اس میں تم کو ایک مقررہ مدّت تک فائدہ اٹھانا ہوگا۔

(۲) فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ۔

کہ تم زمین ہی کے اندر اپنی زندگی کے دن گزارو گے۔ اور اسی میں مرو گے اور اسی سے تمہارا دوبارہ خروج ہوگا۔

(۳) أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَّأَمْوَاتًا۔

یعنی کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کے سمیٹنے والی نہیں بنایا۔

نیز حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے حضرت مسیح کے آسمان پر جسم خاکی کے ساتھ جانے کے خلاف اپنی طرف سے اعتراضات تحریر فرماتے ہوئے لکھا:۔

(الف) ــــ "ازاں جملہ ایک یہ اعتراض ہے کہ نیا اور پُرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اسی خاکی جسم کے ساتھ کُرّۂ زمہریر تک بھی پہنچ سکے۔ بلکہ علم طبعی کی نئی تحقیقاتیں اس بات کو ثابت کر چکی ہیں کہ بعض بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر پہنچ کر اس طبقہ کی ہوا ایسی مُضرِ صحت معلوم ہوئی ہے کہ جس میں زندہ رہنا ممکن نہیں پس اس جسم کا کرۂ ماہتاب تک پہنچنا کس قدر لغو خیال ہے۔"

(ب) فرمایا:۔

"قرآن شریف ہمارے ساتھ ہے ان کے ساتھ نہیں۔ صحیح بخاری کی حدیثیں ہماری مؤید ہیں۔ ان کی مؤید نہیں۔ علاوہ اس کے معقولی دلائل جو تجارب فلسفہ و طبعیہ سے لئے گئے ہیں وہ سب ہمارے پاس ہیں۔ ان کے پاس ایک بھی نہیں۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۸-۱۴۹)

حضرت اقدسؑ کا منشاء ہے، کہ انسان بغیر آلات کے معمولی بلندی پر بھی نہیں جا سکتا چہ جائیکہ وہ طبقہ زمہریر تک جا پہنچے۔ یا وہ آسمان پر چڑھ جائے۔

اب انسان آلات کی مدد سے چاند پر جا پہنچا ہے۔ اور مخالفین کے نزدیک وہ آسمان پر پہنچ گیا ہے۔ ایسا ہی آئندہ اس سے بھی اوپر پہنچنے کا امکان نظر آنے لگ گیا ہے۔ جس نے ان کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر جانے کا امکان ثابت کر دیا ہے۔ اور علوم طبعیہ کا جو اعتراض اُن کے رفعِ جسمانی پر پڑتا ہے وہ غلط ثابت ہو گیا ہے جس سے حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کا نظریہ بھی درست نہ رہا۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے قرآنی و حدیثی و تاریخی ثبوتوں کے علاوہ اپنے وقت تک کے علومِ طبعیہ فلسفیہ کو پیش کیا ہے۔ وہ ایک تائیدی امر ہے۔

(۲) انسان کا چاند پر آلات کی مدد سے جا پہنچنا اس امر کا ثبوت نہیں کہ کوئی انسان بغیر آلات، جسم خاکی کی موجودگی میں فضائی آسمان پر چڑھ سکتا ہے۔

قرآن کریم نے اس آسمان پر چڑھنا بغیر آلات محال قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فضائی بلندیوں پر انسان کا بغیر آلات جسم خاکی کی موجودگی میں محال بتایا ہے یہ اس کا اٹل قانون ہے۔ کفار مکہ نے آنحضرت صلعم سے بعض مطالبات کئے تھے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ آپ آسمان پر چڑھ جائیں۔ دوسرے یہ کہ وہاں سے لکھی ہوئی کتاب اُن کے سامنے لائیں جسے وہ پڑھ سکیں۔ چنانچہ اُن کے یہ مطالبے قرآن کریم میں نقل کرکے اللہ تعالیٰ نے رد کر دئے ہیں فرماتا ہے

أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا۔

(بنی اسرائیل: ۹۴)

یعنی کفار کا مطالبہ یہ ہے کہ یا تیرا سونے کا کوئی گھر ہو یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیرے آسمان پر چڑھ جانے پر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک کہ تو اوپر جا کر ہم پر کوئی کتاب نہ اتارے جسے ہم خود پڑھ سکیں۔ اس کا جواب خدا نے یہ دلوایا کہ

"تو انہیں کہہ دے کہ میرا ربّ ایسی بیہودہ باتوں کے اختیار کرنے سے پاک ہے۔ میں تو صرف بشر اور رسول ہوں"

آسمان پر نہیں چڑھ سکتا۔ یعنی رسول بلندی پر بغیر آلات نہیں جا سکتا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس آیت کو بھی حضرت مسیحؑ کے آسمان پر جا کر واپس آنے کے خلاف پیش فرمایا ہے۔ تعجب ہے کہ اس جواب کے باوجود مسلمان مسیحؑ کے متعلق مانتے ہیں کہ وہ بغیر آلات آسمان پر چلے گئے تھے۔ حالانکہ وہ بھی بشر تھے۔ اور اُن کے پاس کوئی سامان آسمان پر چڑھنے کا نہ تھا۔ قرآن کریم نے صاف بتا دیا ہے کہ بشر رسول کا آسمان پر جانا محال و ناممکن ہے۔

اگر قدرتِ خداوندی کا سوال ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے تماشے نہیں دکھایا کرتا جس سے پردہ اُٹھ کر ایمان بیکار ہو جائے۔

مودودی صاحب نے بھی اسے تسلیم کرکے لکھا ہے کہ:۔

"حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دینا جس سے عقلی آزمائش و امتحان کا کوئی موقعہ باقی نہ رہے حکمت خداوندی کے خلاف ہے۔"

(ترجمان القرآن۔ جون ۶۴ء)

علاوہ ازیں اس کی ایسی قدرت خدا کے نبیوں کے خلاف کیوں ظاہر نہیں ہوتی اور کیوں اُن کا یکدم قلع قمع نہیں کرتی۔

اس موقعہ پر مسلمان کہہ دیا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے متعلق آیا ہے کہ آپ معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے۔ مگر یہ بھی اُن کی غلطی ہے۔ قرآن کریم نے کہیں ایسا نہیں فرمایا کہ آنحضرت صلعم جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے تھے بلکہ اس کے برخلاف یہ فرمایا ہے کہ

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ۔

(بنی اسرائیل: ۶۱)

یعنی ہم نے اس رؤیا کو جو ہم نے تجھے دکھائی تھی لوگوں کے لئے صرف ایک امتحان بنایا تھا۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ اس سورت میں جس اسراء کا ذکر ہے اُسے خدا تعالیٰ نے ایک کشف قرار دیا ہے۔ جس میں آپ کو اُن آسمانوں کی جس پر انبیاء ہیں سیر کرائی تھی۔ اور ان کا نظارہ دکھایا تھا۔ جسم خاکی کے ساتھ ان پر لیجایا نہیں گیا تھا۔ میں بتا چکا ہوں کہ ان پر مرنے کے بعد ہی انبیاء جا سکتے ہیں۔ اس دنیوی زندگی میں ان پر جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نہ آلات کے ذریعہ سے اور نہ بغیر آلات کے۔

بخاری کی حدیث ثم استیقظ النّبیّ صلعم اس امر کی تصدیق کر رہی ہے کہ یہ کشف ہی تھا کیونکہ اس کے بعد آنحضرت نیند سے بیدار ہو گئے تھے۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت معاویہؓ نے بھی اس امر کا اظہار فرمایا ہے کہ یہ مادی واقعہ نہ تھا بلکہ اعلیٰ درجہ کا روحانی نظارہ

تھا۔ چنانچہ ان کی اس بات و وضاحت کی کسی نے بھی تردید نہیں کی۔ غرضیکہ قرآن کریم سے اس امر کی تصدیق نہیں ہوتی کہ انسان بغیر آلات فضائی آسمان پر جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کی تردید ہوتی ہے۔

وہ آسمان جو اس تغیّر پذیر فضاء سے باہر ہیں۔ اور جہاں انسان مرنے کے بعد جاتا ہے وہ اس فضا سے باہر ہیں ان پر دنیوی زندگی میں کسی انسان کے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور کفّارِ مکّہ تو ان آسمانوں کے قائل نہ تھے۔ وہ تو مرنے کے بعد کسی زندگی پر یقین نہ رکھتے تھے۔ اسلئے اس کے ثبوت میں دلائل کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔

رہا انسان کا آلات کی مدد سے کرۂ چاند پر پہنچ جانا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ جیسا کہ سائنس نے اب ثابت کر دیا ہے یہ تمام فضا اور اس کے کرّے ہماری زمین کا ہی حصّہ ہیں۔ ابتداء میں یہ سب ایک ہی وجود تھے پھر ایک دوسرے سے الگ الگ ہو گئے مگر پھر بھی وہ ایک ہی نظام میں منسلک ہیں۔ قرآن کریم نے چودہ سو سال سے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے اس گتھی کو سلجھا رکھا ہے۔ فرمایا:

اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کَانَتَا
رَتْقًا فَفَتَقْنٰھُمَا۔

(انبیاء: ٣١)

یعنی کیا کفّار نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ آسمان و زمین بند تھے پھر ہم نے ان کو کھول دیا۔ آج سائنس نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ جب کوئی نیا نظامِ شمسی پیدا ہوتا ہے تو پہلے وہ ایک گیند اور گھڑی کی طرح بند ہوتا ہے پھر اندرونی چکر سے اس کے کنارے دُور دُور پھینکے جاتے ہیں۔ اور نئے کرّے بن جاتے ہیں۔ جو اندرونی محور کے گرد چکر کھانے لگ جاتے ہیں۔ اور ایک نیا نظامِ شمسی بن جاتا ہے۔ قرآن کریم نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے:

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ

(انشقاق: ٤)

وقت آئیگا کہ جب زمین بڑھا دی اور پھیلا دی جائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ دیگر کرّے ہماری زمین ہی کا حصّہ ہیں۔

سائنسدان یہی ثابت کر رہے ہیں اور بہت حد تک اس میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ نظامِ شمسی پھیل رہا ہے۔ اور سارا نظامِ شمسی زمین میں شامل ہے کیونکہ سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ نظامِ شمسی اس زمین سے الگ نہیں۔ پس اگر نظامِ شمسی پھیل جائے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ زمین پھیل گئی۔ بعض سائنسدانوں کا تو یہاں تک خیال ہے کہ پہلی جنگِ عظیم سے پہلے زمین ایک ہزار نظری سال کے برابر تھی۔ یعنی جتنی دُور ایک منٹ میں انسان کی نظر جاتی ہے اس کے حساب سے جتنی دُور ایک سال میں جائے اتنا ہی اس کا پھیلاؤ ہے۔ لیکن اب علماءِ ہیئت نے ثابت کر دیا ہے کہ ایک ہزار سال کا اندازہ غلط ہے اب بارہ ہزار نظری سال کے برابر اس کی لمبائی معلوم ہو چکی ہے۔ لیکن اب بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ زمین اور بڑھ رہی ہے۔ علمِ ہیئت والے بڑی بڑی دُوربینوں کے ذریعہ آج دیکھتے ہیں، تو اس کا کنارہ کہیں معلوم ہوتا ہے اور اگلے دن دیکھتے ہیں تو وہ کروڑوں میل آگے نکل چکا ہوتا ہے۔ غرضیکہ نظامِ عالم کی زمین کی وسعت کا اندازہ اس طرح کیا جا رہا ہے۔

اب اگر انسان آلات کی مدد سے چاند پر پہنچ گیا ہے یا کل دیگر کرّوں میں سے کسی پر پہنچ جائے تو اس کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ وہ اس زمین سے باہر نکل گیا ہے۔ اور کسی خارجی آسمان پر جا پہنچا ہے۔ خارجی آسمان اس فضا سے باہر ہے۔ ستارے و دیگر کرّے اس زمینی فضا کے اندر ہیں۔ آلات کی مدد سے ان فضائی کرّوں تک پہنچنا ممکن ہے۔ مگر خارجی آسمانوں تک پہنچنا محال ہے۔ ایسا ہی آلات کے ساتھ وہاں جا پہنچنے کے یہ بھی معنے نہیں کہ وہ بغیر آلات کے بھی ان فضائی کرّوں اور ظاہری آسمان پر چڑھ سکتا ہے اور یہ فیصلہ کر لیا جائے کہ مسیحؑ بھی خارجی آسمان پر چڑھ گئے تھے۔ ہاں یہ فضا اور اس کے کرّے ہماری زمین ہی کا جزو ہیں اور انسان آلات کی مدد سے ان تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اس امر کو بھی قرآن نے بیان کر رکھا ہے۔ فرماتا ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا
مِنْ دَآبَّةٍ وَهُوَ عَلٰی
جَمْعِهِمْ اِذَا یَشَآءُ قَدِیْرٌ۔

(الشوریٰ: ٣٠)

یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان جانداروں کی قسم سے اس نے پھیلایا ہے اس کے نشانوں میں سے ہے اور جب وہ چاہیگا ان سب کے جمع کرنے پر قادر ہوگا۔

اس آیت نے بالوضاحت اس امر پر روشنی ڈالدی ہوئی ہے کہ کرّوں میں آبادی کا وجود موجود ہے۔ ان میں بھی جاندار موجود ہیں خواہ وہ جاندار از قسم انسان ہوں یا دیگر حیوانات یا دونوں ہی قسم کے ہوں یا ان سے مختلف ہوں وہ ضرور ان میں موجود ہیں یہ الگ امر ہے کہ اس وقت ان سب میں ایسے جاندار موجود ہیں یا ان میں سے بعض میں۔

اس آیت میں دَآبَّة کا لفظ آیا ہے جو انسان کے بھی معنی دیتا ہے اور دیگر قسم کے جانداروں کے بھی معنی رکھتا ہے۔ بہرحال اس آیت کی رُو سے کرّوں میں جانوروں کی آبادی ماننی پڑتی ہے۔ اور یہ بھی کہ کرّوں کی ان آبادیوں و جانداروں کا کسی وقت آپس میں مل جانا ان کے حدِّ امکان میں ہے اور وہ ایک کرّے سے دُوسرے کرّے تک کب جا سکتے ہیں اور اس زمین سے دُوسری زمین تک پہنچ سکتے ہیں۔ اب انسان نے چاند پر پہنچ کر اس قرآنی بیان و حقیقت و پیشگوئی کی تصدیق کر دی ہے۔ مگر ان کرّوں سے باہر خارجی آسمان پر پہنچنا قرآن کریم نے انسان کے لئے محال بتایا ہے۔ ہاں زمین اور اس سے ملحقہ آسمانوں کے متعلق تو اس نے پہلے سے پیشگوئی کی ہوئی تھی۔ چنانچہ ایک اور آیت میں فرمایا ہے:

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ
اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا
مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ
اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔

(سُورۃ الرحمٰن: ٣٤)

یعنی اے جنّ و انس کے گروہ! اگر تم طاقت رکھتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں تک نفوذ کر جاؤ تو ایسا کر کے دکھاؤ۔ پھر فرمایا کہ تم ایسی قوت کے بغیر ہرگز نفوذ نہیں کر سکتے جو تمہیں ہماری طرف سے عطا ہو۔

اس آیت میں جنّ سے مراد گروہ امراء اور انس سے گروہ عوام ہے۔ اس پیشگوئی کے مطابق آج کل ایک طرف اُمراء کا گروہ ہے یعنی کیپٹلزم اور دوسری طرف پرولتاریہ یعنی عوام کا۔ یا یوں کہہ لیں کہ رُوس کا۔ یہ دونوں دھڑے اور پارٹیاں امریکہ اور روس اور ان کے سائنسدان ایسے راکٹ تیار کرنے کے لئے کوشاں ہیں کہ وہ فضائی بلندیوں و آسمانوں میں پہنچ سکیں۔ فرماتا ہے کہ تم زمینی فضا اور آسمانوں کی اقطار و اطراف تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔ اور تم ان سیّاروں تک رسائی حاصل کر لوگے، جو تمہیں اس فضا میں دکھائی دیتے ہیں۔ اس جگہ لاتنفذون کا جملہ منفی ہے جسے اِلَّا بِسُلْطٰنٍ سے مثبت بنا دیا ہے یعنی ایسا ضرور ہو جائیگا۔ مگر یہ خیال کہ تم اپنی طاقت سے ایسا کر سکتے ہو غلط ہے۔ بلکہ یہ ہماری ہی طرف سے ہوگا جس کا ثبوت یہ ہے کہ

یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ
نَّارٍ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ

(ایضاً آیت ٣٦)

یعنی تم پر آگ کا شعلہ ہماری طرف سے گرایا جائے گا۔ اور تانبا بھی۔ اور تم ہرگز ہم پر غالب نہیں آسکو گے۔ تم کاسمک ریز اور بموں وغیرہ کا شکار ہوگے۔ ایک اور آیت میں فرمایا ہے

وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ

(سُورۃ التکویر: ١٢)

کہ ایک وقت ایسا آئے گا جبکہ فضائی آسمان کی بال کی کھال اتاری جائیگی۔ اور بڑی بڑی دُوربینوں و راکٹوں اور دیگر آلات و ذرائع سے ان کے متعلق تحقیقات ہو کر سربستہ راز و علوم کھلیں گے۔ اور علم ہیئت میں بے نظیر کامیابی تم کو حاصل ہوگی۔

ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا میں بتایا تھا کہ انسان آلات کی مدد کے بغیر فضائی آسمانوں پر نہیں جا سکتا۔ یہ ہمارا اٹل قانون و سُنّت مقررہ ہے۔ مگر دوسری آیات میں پیشگوئی فرما دی کہ انتہائی سائنسی ترقی کے بعد غیر معمولی آلات کی مدد سے انسان آسمانوں پر پہنچ جائے گا۔ پس جبکہ قرآن کریم کے بیان کردہ اٹل قانون کے مطابق فضائی آسمانوں پر بغیر آلات کے انسان کے لئے جانا محال ہے۔ تو حضرت مسیحؑ کس طرح جسمِ خاکی کے ساتھ بغیر آلات آسمان پر جا سکتے تھے؟ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت مسیحؑ ان خارجی آسمانوں میں سے ایک پر ہیں جہاں دیگر انبیاء مرنے کے بعد مقیم ہیں۔ اگر تو دیگر سب انبیاء بھی جسمِ خاکی کے ساتھ وہاں ہیں تو حضرت مسیحؑ کے متعلق بھی مانا جا سکتا ہے۔ مگر کوئی بھی دیگر انبیاء کے متعلق یہ نہیں مانتا کہ وہ سب کے سب آسمان پر بغیر جسمِ خاکی کے پہنچے ہیں۔

اس جگہ اس اعتراض کا جواب دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام نے اپنی کتاب "سرمۂ چشم آریہ" میں معجزۂ شقّ القمر کے قانونِ قدرت کے خلاف نہ ہونے پر بحث کرتے ہوئے یہ تحریر فرمایا ہے کہ شقّ القمر کا نشان قانونِ قدرت کے خلاف نہیں۔ کس نے قانونِ قدرت کی وسعتوں کا احاطہ کر لیا ہے۔ کہ وہ اُسے قانونِ قدرت کے خلاف قرار دے۔ قانونِ قدرت میں استثناء بھی ہیں۔ آپؑ نے بتایا کہ وہ استثناء اس قانونِ قدرت کا حصّہ ہی ہوتے ہیں۔ چاند کا پھٹ جانا قانونِ قدرت کو باطل نہیں کرتا۔ آپؑ نے دُودھ دینے والے بکرے کی مثال پیش فرمائی ہے۔ مگر بعد میں وفاتِ مسیحؑ کے ذکر میں ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا والی آیت سے استدلال فرمایا ہے کہ آسمان پر نہ جانا خدا تعالیٰ کی سنّت و قانونِ قدرت ہے۔ مسیح ناصریؑ اس قانون کو کیسے توڑ کر آسمان

پر پہنچا گیا۔ مخالف معترض حضرت اقدسؑ کے ان دونوں بیانوں میں اختلاف و تضاد قرار دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ قانون میں بھی استثناء ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی لکھنوی نے "اپنے دور کی طبیعاتی تحقیقات سے مرعوبیت" کے زیر عنوان حضور کی عبارت دے کر لکھا ہے:۔

"اس طرح کی تنقیدات پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا سرمہ چشم آریہ کا مصنف نہیں ہے جس نے معجزات کے امکان و وقوع پر زوردار بحث کی ہے اور اس سے" انکار کیا ہے کہ عقل اور محدود انسانی تجربوں کی بنا پر ان مافوق الطبعیات چیزوں کا انکار کرنا درست ہے۔"

(قادیانیت صفحہ ۸۳ و ۸۴)

ہمارا جواب یہ ہے کہ ان دونوں باتوں میں کوئی تضاد و اختلاف نہیں دونوں بیان اپنی اپنی جگہ درست اور قائم ہیں۔ دوسرے بیان نے پہلے بیان کو منسوخ نہیں کیا کیونکہ پہلی کتاب سرمہ چشم آریہ والے بیان میں بتایا گیا ہے کہ کائنات عالم میں خدا تعالیٰ کے قانون کی وسعتوں کا بھی انسان کے لئے احاطہ ممکن نہیں ہو سکتا ہے۔ اس کے کسی قانون میں کوئی استثناء ہو جس کا انسان کو علم نہ ہو۔ جس طرح بچہ نے دودھ دینے ... استثناء نکل آیا اسی طرح شق القمر کا معجزہ بھی ممکن ہے لیکن بعد والی کتاب ازالہ اوہام میں یہ بتایا ہے کہ ایک خاص خدائی قانون ہے کہ کوئی انسان جسم عنصری کی موجودگی میں بغیر آلات آسمان پر نہیں جا سکتا۔ قرآن کریم نے اس قانون کا ذکر کر کے اسے اٹل بتایا ہے۔ لہٰذا اس میں کسی استثناء کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پس معترضین کا حضرت اقدسؑ کی ان دو عبارتوں میں تضاد و اختلاف بتانا نافہمی ہے

ہم نے اوپر لکھا ہے کہ خارجی آسمانوں پر انسان صرف موت کے بعد ہی جا سکتا ہے۔ زندگی میں فضائی آسمانوں پر گو انسان جا سکتا ہے۔ مگر آلات کے بغیر نہیں۔ حضرت بانیٔ سلسلہ نے حضرت مسیحؑ کے آسمان پر اس وقت تک زندہ رہنے کو عقلاً محال ثابت کرتے ہوئے اسکی عقلی اشکال بتاتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:۔

"از انجملہ ایک اعتراض ہے اگر ہم فرض محال کے طور پر قبول کر لیں کہ حضرت مسیح اپنے جسم خاکی کے سمیت آسمان پر پہنچ گئے تو اس بات کے اقرار سے ہمیں چارہ نہیں کہ جسم جیسا کہ تمام حیوانی و انسانی اجسام کے لئے ضروری ہے آسمان پر بھی تاثیر زمانہ سے ضرور متاثر ہوگا۔ اور بہ مرور زمانہ لابدی و لازمی طور پر ایک دن ضرور ان کے لئے موت واجب ہوگی۔ پس اس صورت حال میں تو حضرت مسیح کی نسبت یہ ماننا پڑتا ہے کہ اپنی عمر کا دورہ پورا کر کے آسمان پر ہی فوت ہو گئے ہیں اور کواکب کی آبادی جو آجکل تسلیم کی جاتی ہے اسی کے کسی قبرستان میں دفن کئے گئے ہونگے اور اگر پھر فرض کے طور پر اب تک زندہ رہنا ان کا تسلیم کریں تو کچھ شک نہیں کہ اتنی مدت کے گذرنے پر پیر فرتوت ہو گئے ہوں گے اور اس کام کے ہرگز لائق نہیں ہوں گے کہ کوئی خدمت دینی ادا کر سکیں۔ پھر ایسی حالت میں ان کا دنیا میں تشریف لانا بجز ناحق کی تکلیف کے اور کچھ فائدہ بخش نہیں معلوم ہوتا۔" (ازالہ اوہام صفحہ ۲۵ و ۲۶)

خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی انسان بغیر آلات فضائی آسمان پر نہیں جا سکتا تو حضرت مسیحؑ بغیر آلات کس طرح اس پر چڑھ گئے۔ ان کے پاس تو آسمان پر چڑھنے کے کوئی آلات و ذرائع نہ تھے۔ اس لئے ان کے آسمان پر چڑھ جانے کا خیال باطل ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی اس تحقیق کو کوئی غلط ثابت نہیں کر سکا۔ اور نہ ہی آئندہ کر سکتا ہے۔ عقلمندی اسی میں ہے کہ اس خیال کو ترک کر دیا جائے اور وقت کے مسیح موعود پر ایمان لایا جائے۔

زکوٰۃ

اموال کو پاک کرتی ہے۔

جہاد کی حقیقت

از مکرم مولوی محمد عمر صاحب فاضل مبلغ انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

آجکل بمبئی کے علمی طبقہ اور اخبارات میں جہاد اور اس کی حقیقت ایک موضوعِ بحث بنا ہوا ہے۔ چنانچہ یہاں کے کثیر الاشاعت مسلم روزنامہ انقلاب کی یکم اکتوبر ۶۹ء کی اشاعت میں اس کے مستقل کالم "آج کل کی باتیں" میں کالم نویس سردار عرفان صاحب نے "جہاد" کے زیر عنوان ایک مضمون لکھا ہے جو درج ذیل ہے:۔

جہاد مسجد اقصیٰ کے واقعے پر ہندوستانی مسلمانوں کے ردِ عمل کے اظہار پر انگریزی اخبارات میں کافی بحث ہوئی ہے۔ اس کے دوران لفظ جہاد اور اس کے مفہوم پر ایک اچھی خاصی لفظی جنگ چلی ہے۔ پروفیسر اے بی شاہ نے پروفیسر محمد مجیب کے حوالے سے "جہاد" کا مطلب کافروں کے خلاف مقدس جنگ چھیڑنا قرار دیا۔

اس کا جواب دیتے ہوئے مسٹر آدم عادل نے لکھا ہے "پروفیسر مجیب جیسے ممتاز عالم کے بیان کی تردید کی جرأت نہیں کرتا لیکن اتنا ضرور واضح کر دوں گا کہ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی جیسے قدامت پرست اسلامی مفکر کے خیال میں بھی اس لفظ کا ایسا مفہوم اس کے حقیقی معنوں کی ترجمانی نہیں ہے۔ یہ بتاتے ہوئے کہ "جہاد" کا مطلب اپنی اعلیٰ ترین جدوجہد کو بروئے کار لانا" لیا جانا چاہیئے۔

روشن خیال عالم عبداللہ یوسف علی کلام پاک پر اپنی مشہور تفسیر میں اس لفظ کا مطلب "ایک قسم کی قربانی نفس" قرار دیتے ہیں۔ محض وحشیانہ جنگ، جہاد کے جذبہ کے قطعی منافی ہے۔ جبکہ ایک مخلص عالم کا قلم یا خطیب کی آواز یا کسی دولت مند کا عطیہ جہاد کی بہترین قسم ہو سکتا ہے، حیرت نہ ہونی چاہیئے کہ ایک بار مولانا آزاد نے اعلان کیا تھا کہ مہاتما گاندھی کی تحریک عدم تشدد و عدم تعاون جہاد کی مثالی نوع ہے۔

مسٹر آدم عادل نے غیر اردو داں طبقے کو جہاد کے حقیقی مفہوم سے روشناس کرا کے ایک اچھی خدمت انجام دی ہے۔ درحقیقت ایسے دانشوروں کی سخت ضرورت ہے جو اکثریتی طبقے اور دیگر اقوام کو مسلمانوں اور اسلام کے خلاف مفاد پرستوں کی پھیلائی بعض غلط فہمیوں کا سدِ باب کر سکیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جہاد کے معانی واضح کرنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ ایک بار پھر میں بعض انگریزی اخبارات کا تذکرہ کروں گا۔ جنہوں نے اسرائیل کے خلاف کئے جانے والے پرامن احتجاج اور مظاہرے کو "جہاد کی للکار" قرار دیا تھا اور ہندوستانی عوام پر یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی کہ ہندوستانی مسلمان، کافروں کے خلاف جنگ چھیڑنے کے لئے خود کو تیار کر رہے ہیں۔

جب تک اس قسم کے شرپسند اور مفسد عناصر ہماری قومی زندگی میں نمایاں ہیں، قومی اتحاد اور یکجہتی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

(روزنامہ انقلاب یکم اکتوبر ۶۹ء)

مسلم اکابرین کے اندر جہاد کی حقیقت اور کیفیت کے بارے میں جو خوشکن پسند خیال پیدا ہوئی ہے یہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عظیم الشان کامیابی ہے کیونکہ جب جہاد کے متعلق سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء اور علمائے سلسلہ نے ان ہی خیالات کا اظہار فرمایا تو جماعت کے خلاف مخالفوں کی طرف سے ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اور اسلام کے ایک اہم رکن جہاد کے ہمیشہ کے لئے اور قطعی حرام قرار دیئے جانے کا الزام لگا کر عام مسلمانوں کو ہمارے خلاف صف آرا کیا جاتا تھا لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ اور بدلے ہوئے حالات سے مجبور ہو کر اب اکابرین اُمت کہلانے والے جہاد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موقف کو ہی اختیار کرنے لگے ہیں۔

قبل اس کے کہ جہاد کی حقیقت کے بارے میں قرآنی دلائل دیئے جائیں پیش کئے جائیں۔ لغت کی رو سے جہاد کے معنے اور اس کی تعریف جاننا ضروری ہے۔

جہاد کی تعریف جہاد کا لفظ جہد سے مشتق ہے جس کے معنے مشقت برداشت کرنے کے ہیں۔ چنانچہ مشہور لغتِ قرآن المفردات میں لکھا ہے:۔

اَلْجَهْدُ وَالْجُهْدُ الطَّاقَةُ ... ... وَالْجِهَادُ ...

اِستفراغ الوُسع فی مدافعۃ العَدُوِّ۔

یعنی لفظ جہد اور جُہد کے معنے طاقت اور مشقت کے ہیں۔۔۔۔۔۔ لفظ جہاد اور مجاہدہ کے معنے ہیں کہ دشمن کی مدافعت میں پوری طاقت خرچ کر دی جائے (المفردات للراغب الاصفہانی)

مشہور لغت تاج العروس میں ہے۔

"وحقیقۃ الجہاد کما قال الراغب المبالغۃ واستفراغ الوُسع والجھد فیما لا یُرتضیٰ۔

یعنی جیسا کہ راغب نے کہا ہے جہاد کے حقیقی معنے ہیں کسی قسم کی کمی اُٹھا نہ رکھنا اور اپنی ساری طاقتوں کو خرچ کرنا اور نفس پر بار ڈال کر اس کام کو کرنا۔ پس عربی زبان میں جہاد کے معنے اپنی طاقتوں کو کلی طور پر لگا دینے اور اپنی کوششوں کو انتہاء تک پہنچانے کے ہیں۔

اسلام نے جہاد کے معنوں میں کوئی تبدیلی نہیں کی البتہ ان چیزوں اور امور کو جن کے خلاف جہاد کی تلقین کی گئی ہے تین کیفیتوں میں محدود کر دیا گیا ہے۔

"والجہادُ ثلاثۃ اضرب۔ مجاھدۃ العدوِ الظاھر و مجاھدۃ الشیطٰن والمجاھدۃ النفس وتدخل ثلاثتھا فی قولہ تعالیٰ وجاھدوا فی اللہ حقَّ جہادِہٖ یعنی جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ ظاہری دشمن سے مقابلہ کرنا۔ شیطان کے مقابلہ میں اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا اور نفس سے جنگ میں پوری کوشش سے کام لینا اور تمام نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرنا۔ آیۂ کریمہ وجاھدوا فی اللہ حق جہادہٖ میں جہاد کی مذکورہ تینوں قسموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

جہاد کی قسمیں

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور کتاب مکاشفۃ القلوب میں اسلامی اصطلاح میں جہاد کی اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

بعض اہل معرفت سے حکایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جہاد کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) کافر دل سے جہاد۔ یہ جہاد ظاہر ہے جس کا ذکر آیۂ قرآنی یجاھدون فی سبیل اللہ میں ہے۔

(۲) اہل باطل کے ساتھ علم اور دلیل کا جہاد۔ جس کا ذکر آیت وجادلھم بالتی ھی احسن میں ہے۔

(۳) نفس امارہ کے ساتھ جہاد۔ جیسا کہ آیت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا میں ہے۔

(ترجمہ مکاشفۃ القلوب صفحہ ۲۱۴)

نیز فرماتے ہیں:۔

قال نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم لقوم قدموا من الجہاد مرحبًا بکم قدمتم من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر۔ قیل یا رسول وما الجہاد الاکبر قال جہادُ النفس۔

(مکاشفۃ القلوب صفحہ ۲۱۳)

یعنی حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ جو جہاد سے واپس آیا تھا خوش آمدید کہتے ہوئے فرمایا کہ تم جہاد اصغر سے اب جہاد اکبر کی طرف آ گئے ہو۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ جہاد اکبر کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔

ان ہر دو حوالوں اور دیگر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی اصطلاح میں جہاد کی تین قسمیں ہیں۔ اول وہ جہاد جو نفس اور اس کی خواہشات یعنی ہوائے نفس کے خلاف کیا جائے اسے اسلامی اصطلاح میں جہاد اکبر کہتے ہیں۔ اسے جہاد اکبر اسلئے کہا جاتا ہے کہ یہ جہاد دائمی اور لگاتار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ دیگر اقسام کی نسبت کٹھن بھی ہے۔

دوم وہ جہاد ہے جو شیطانی تعلیموں اور وساوس کے خلاف کیا جاتا ہے جس کا نام جہاد کبیر ہے۔

سوم وہ جہاد ہے جو دین کی مدافعت میں اور آزادی مذہب کے دشمنوں کے خلاف کیا جاتا ہے اور یہ جہاد اصغر کہلاتا ہے۔

اب ذیل میں ان تینوں قسم کے جہاد کی مزید کچھ تشریح لکھی جاتی ہے۔

جہاد اکبر

رسول کریم صلعم نے مجاہدۂ نفس کو جہاد اکبر کے نام سے یاد فرمایا ہے جیسا کہ غزوۂ تبوک سے واپسی پر حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر کہ ہم جہاد اصغر یعنی جنگ سے واپس آ رہے ہیں اور اب جہاد اکبر یعنی مجاہدۂ نفس کی طرف جا رہے ہیں۔ مجاہدۂ نفس کی تلقین کرتے ہوئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

یا ایھا الذین اٰمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (مائدہ)

یعنی اے ایمان والو! سب سے پہلے اپنے نفسوں کا فکر کرو۔ یعنی مجاہدۂ نفس اور تزکیہ نفس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اگر تم صحیح معنوں میں ہدایت یافتہ بن جاؤ گے اور خود راہ راست پر گامزن رہو گے تو دوسروں کی گمراہی تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچا سکتی۔

اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کو نفسوں کی اصلاح کی طرف رہنمائی فرمائی ہے۔ احادیث میں بھی جہاد اکبر کی طرف بہت تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ ترمذی کی یہ حدیث ہے کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المجاھد من جاھد نفسہ یعنی حقیقی مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے۔

غرض جو شخص اس جہاد کو چھوڑتا ہے جو افضل الجہاد اکبر ہے اور صرف دوسرے جہادوں کا نعرہ لگاتا ہے۔ وہ اسلامی تعلیم کے خلاف چلنے والا ہے مجاہدۂ نفس کی رہنمائی سارا قرآن ہمیں دیتا ہے۔ کیونکہ سارا قرآن مجاہدۂ نفس کے ذرائع سے بھرا پڑا ہے۔ اس میں بیان فرمودہ اوامر و نواہی پر غور کر کے اور پھر اس تعلیم پر عمل کرنے کے نتیجہ میں مجاہدۂ نفس ہو جاتا ہے۔

جہاد کبیر

دوسرے درجہ پر جہاد کبیر ہے جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ جہاد کی ابتداء جہاد نفس سے کی جانی چاہیئے۔ جب انسان اس جہاد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو اُس پر جہاد کبیر فرض ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلعم اور آپ کے صحابہ کرام نے روز اول سے اس کا تعاہد رکھا۔ اس جہاد سے مراد ہے تبلیغ ہدایت اور اشاعت اسلام ہے۔ اس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے اُدعُ الیٰ سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن (نحل) یعنی مخالفین کو اپنے رب کے رستہ کی طرف حکمت اور موعظۂ حسنہ سے دعوت دیا کرو۔ اور موقعہ محل کے مطابق اُن سے گفتگو کرو۔ اور مخالفین سے بحث کرنے کا جو بہترین طریق ہے یعنی محبت اور نرمی سے کرو۔ اور ترش کلامی اور سختی سے پرہیز کرو۔

پس دشمن کے سامنے حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ذریعہ مجادلہ کرنے کا کام جہاد کبیر ہے۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ امر معروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور خیر اُمّۃ کی امتیازی خصوصیت خدا تعالیٰ نے یہی قرار دی ہے تبلیغ اسلام کے معرکہ میں اپنی جان اور مال کو قربان کرنا جہادِ کبیر کے دائرہ کے اندر افضل ترین جہاد ہے اور خدا تعالیٰ کے خیر و برکت کو جذب کرنے والا قرار دیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وتجاھدون فی سبیل اللہ باموالکم وانفسکم ذٰلکم خیر لکم کہ تم خدا تعالیٰ کے راستہ میں اپنے اموال اور انفس کے ذریعہ مجاہدہ کرو گے تو تمہارے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا۔ (صف) غرض جہاد کی ان دو قسموں یعنی جہاد اکبر اور جہاد کبیر سے مراد مجاہدۂ نفس اور اشاعت اسلام ہی ہے۔

جہاد صغیر

تیسری قسم جہاد کی جہاد صغیر ہے۔ جیسا کہ حضرت سرور کائنات صلعم نے جنگ تبوک کے موقعہ پر بیان فرمایا کہ ہم جہادِ صغیر سے واپس آ رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ نے جہادِ صغیر کے لئے کچھ شرائط بیان فرمائی ہیں۔ ان شرائط کی موجودگی میں ہی جہاد صغیر جسے عرف عام میں جہاد بالسیف کہا جاتا ہے کرنے کی اجازت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ نِ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا۔ (الحج)

یعنی وہ لوگ جن سے بلا وجہ جنگ کی جا رہی ہے اُن کو بھی جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور اللہ اُن کی مدد پر قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اُنکے گھروں سے صرف ان کے اتنا کہنے پر کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے بغیر کسی جائز وجہ کے نکالا گیا۔ اور اگر اللہ ان (یعنی کفار) میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ سے (شرارت سے) باز نہ رکھتا تو عیسائیوں کے گرجے، یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں خدا تعالیٰ کے

کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے یہ یاد کئے جاتے۔ ان آیاتِ کریمہ میں خدا تعالیٰ نے جہادِ صغیر کی ضروری شرائط بیان فرمائی ہیں۔ اس سلسلہ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب نور الحق میں بیان فرماتے ہیں:-

"قرآن مجید صرف اُن لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیتا ہے جو اللہ کے بندوں کو ایمان لانے اور اُس کے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور اس کے سب احکام کی اطاعت اور کما حقہا عبادت سے منع کرتے ہیں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جو ناحق جنگ کرتے ہیں اور مومنوں کو اُن کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور مخلوقِ خدا کو جبر اور زبردستی سے اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور نورِ اسلام کو بجھانا چاہتے ہیں اور لوگوں کو اسلام لانے سے روکتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہے اور مومنوں پر واجب ہے کہ اگر وہ اپنے بدعمل سے باز نہ آئیں تو اُن سے جنگ کریں۔"

(ترجمہ نور الحق حصہ اول ص۴۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس اقتباس کے ذریعہ مذکورہ بالا آیت قرآنی کی توضیح ہو جاتی ہے۔ غرض جب تک جہاد بالسیف کے لئے شرائط موجود نہ ہوں نہ ایسے جہاد کا اسلام حکم دیتا ہے اور نہ اس کا یہ منشاء ہے۔ ہاں دشمنِ حق جس قسم کا حربہ یا ہتھیار اسلام کو مٹانے کے لئے استعمال کرتا ہے اس قسم کے حربہ یا ہتھیار کو مدبرانہ رنگ میں استعمال کرنا مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے۔ چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"یہ بھی یاد رہے کہ اللہ جلشانہ نے قرآن کریم میں تدبیر اور انتظام کے لئے ہمیں حکم فرمایا ہے اور ہمیں مامور کیا کہ جو احسن تدبیر اور انتظام خدمتِ اسلام کیلئے ہم قرینِ مصلحت سمجھیں اور دشمن پر غالب ہونیکے لئے مفید خیال کریں وہی بجا [illegible] فرماتا ہے وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ یعنی دینی دشمنوں کے لئے ہر ایک قسم کی طیاری جو کر سکتے ہو کرو اور اعلائے کلمۂ اسلام کے لئے جو قوت لگا سکتے ہو لگاؤ۔ اب دیکھو کہ یہ آیۃ کریمہ کس قدر بلند آواز سے ہدایت فرما رہی ہے کہ جو تدبیریں خدمتِ اسلام کے لئے کارگر ہوں سب بجا لاؤ اور تمام قوت اپنے فکر کی اپنے بازو کی اپنی مالی طاقت کی، اپنے احسن انتظام کی اپنی تدبیر شائستہ کی اس راہ میں خرچ کرو تا تم فتح پاؤ۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۰۹)

اس زمانہ میں جو علوم کی نشر و اشاعت میں اپنا نظیر نہیں رکھتا اسلام کا دشمن تحریر، تقریر اور دلائل کے اسلحہ سے اسلام پر حملہ آور ہوا۔ خدا تعالیٰ نے اسلام کے حقیقی دفاع کے لئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کر دیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دشمنانِ اسلام کے اعتراضوں اور الزاموں کا جو وہ اسلام اور بانیٔ اسلام صلعم پر کرتے تھے ایسا منہ توڑ جواب دیا کہ انہیں میدانِ مبارزت چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک فتح نصیب جرنیل کی طرح تمام دشمنانِ اسلام کو للکارتے رہے۔ آخر میں آپؑ نے اس معرکہ کو سر کرتے ہوئے فرمایا کہ ؎

سیفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

جماعت احمدیہ پر یہ جو الزام لگایا جاتا تھا کہ ہم نے جہاد بالسیف کو ہمیشہ کے لئے حرام قرار دیا تھا اس سلسلہ میں عرض ہے کہ بانیٔ سلسلہ عالیہ نے جہاد کے التواء کا جو فتویٰ دیا تھا اس کی وجہ ہم یوں بیان فرماتے ہیں:-

"فَاِنَّ وُجُوْهَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِیْ هٰذَا الزَّمَنِ وَ هٰذِهِ الْبِلَادِ فَالْیَوْمَ حَرَامٌ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یُّحَارِبُوْا لِلدِّیْنِ وَ اَنْ یَّقْتُلُوْا مَنْ كَفَرَ بِالشَّرْعِ الْمَتِیْنِ فَاِنَّ اللّٰهَ صَرَّحَ حُرْمَةَ الْجِهَادِ عِنْدَ زَمَانِ الْاَمْنِ وَ الْعَافِیَةِ"

یعنی تلوار کے جہاد کے اسباب شرائط اس زمانہ میں اور اس علاقہ میں متحقق نہیں ہیں۔ اس لئے آج مسلمانوں کے لئے ناروا ہے کہ خواہ دین کے نام پر لڑیں اور شرعِ متین کے انکار کرنے والوں کو قتل کریں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں تصریح فرما دی ہے کہ امن و عافیت کے زمانہ میں تلوار کا جہاد ناپاک ہے۔"

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس وضاحت کی موجودگی میں مذکورہ الزام تراشی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔

البتہ جب وہ تمام شرائط جہاد بالسیف کے لئے موجود ہوں جن کا ذکر قرآن مجید نے فرمایا ہے اُس وقت جماعت احمدیہ جہاد کے لئے کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

"جب کبھی جہاد کا موقعہ آئے یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق کہ مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ وَ عِرْضِهٖ فَهُوَ شَهِیْدٌ ہمیں اپنے ملک اپنے اموال اور اپنی عزتوں کی حفاظت کے لئے قربانی کرنی پڑے تو ہم اس میدان میں بھی سب سے بہتر نمونہ دکھانے والے ہیں۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۰ء صفحہ ۱۵)

غرض جہاد کی تعریف اور اس کی اقسام اور شرائط جہاد کے بیان کرنے کے بعد ہر کوئی جہاد کا مطلب اور اس کی حقیقت بخوبی جان سکتا ہے اور اس سلسلہ میں جماعت احمدیہ نے جو موقف اختیار کیا ہے وہی درست اور اسلام کی تعلیمات کے عین مطابق ہوگا۔

(وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین)

آپ کا چندہ اخبار ختم ہے

مندرجہ ذیل خریداران اخبار بدر کا چندہ ماہ فتح ۱۳۴۸ ہش (دسمبر ۱۹۶۹ء) میں کسی تاریخ کو ختم ہو رہا ہے ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ اپنی اولین فرصت میں ایک سال کا چندہ مبلغ دس روپے بھجوا کر ممنون فرمادیں تاکہ اُن کے نام اخبار جاری رہ سکے اگر ان کی طرف سے چندہ وصول نہ ہوا تو چندہ ختم ہونے کی تاریخ کے بعد ان کے نام اخبار بدر کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔

امید ہے کہ اخبار کی افادیت کے پیشِ نظر تمام احباب جلد رقم ارسال کر کے ممنون فرمادیں گے ان احباب کو بذریعہ خط بھی اطلاع دی جا رہی ہے۔ (مینیجر اخبار بدر قادیان)

نمبر خریدار	اسماء خریدار	نمبر خریدار	اسماء خریدار
۱۰۰۳	مکرم ڈاکٹر سید حمید الدین احمد صاحب	۱۳۶۶	مکرم مومن محمد لطیف صاحب
۱۰۱۶	میسرز احمدی اینڈ کو	۱۳۶۸	،، طارق احمد صاحب
۱۰۲۸	مکرم محمد عبد الغنی صاحب	۱۳۶۹	،، سید عبید اللہ صاحب
۱۰۴۰	،، سید برکات احمد صاحب	۱۳۷۵	،، بشیر احمد۔ نذیر احمد۔ امیر احمد صاحبان
۱۰۴۹	،، عبد الرحمٰن خان صاحب	۱۳۷۶	،، ڈاکٹر ایس ایم محمد عبد اللہ صاحب
۱۰۸۴	،، شیخ فقیر محمد صاحب	۱۳۷۷	،، محمد صدیق صاحب
۱۱۰۲	،، مہر دین صاحب	۱۳۸۲	،، غلام رسول صاحب
۱۱۱۵	مکرمہ خدیجہ بیگم صاحبہ	۱۳۹۱	،، محمد منصور احمد صاحب
۱۱۳۲	مکرم سید داؤد احمد صاحب	۱۳۹۲	،، حافظ محمد بلال صاحب
۱۱۴۵	،، محمد حنیف صاحب	۱۳۹۳	،، عبد القدیر صاحب نائیک
۱۱۹۵	،، سید محمد عاشق صاحب	۱۳۹۵	،، شریف احمد صاحب
۱۲۰۲	،، سید کمال الدین صاحب	۱۴۰۱	،، ایس۔ کے بخش صاحب
۱۲۰۳	،، قریشی محمد سلیمان صاحب	۱۴۰۹	مکرمہ زاہدہ بیگم صاحبہ
۱۲۰۶	،، محمد شفیع صاحب	۱۴۱۱	،، ڈاکٹر آفتاب احمد صاحب
۱۳۵۶	،، اظہار الدین احمد صاحب	۱۴۱۲	مکرمہ امۃ انصاری صاحبہ
۱۳۵۷	،، محمد شمس الدین صاحب حیدر	۱۴۱۸	،، میاں عبد المجید صاحب
۱۳۵۹	،، محمد سلیم صاحب نور	۱۴۲۰	،، محمد سعید صاحب
۱۳۵۵	،، مولوی محمد عبد الحی خان صاحب آشفتہ	۱۴۲۱	،، محمد احمد صاحب سولجہ
۱۳۶۵	،، سیٹھ نور احمد خان صاحب	۱۴۲۲	،، عبد السلام صاحب [illegible]

ہمارا تبصرہ

آریہ سماج کا مستقبل

آریہ سماج کو شروع ہوئے اب کم و بیش ایک صدی ہونے لگی ہے ۱۹۷۵ء میں اس کی پہلی شتابدی منائی جائے گی۔ جب یہ شروع ہوا تو یورپ کے دو دانا فلاسفر اینڈریو جیکسن نے کہا تھا کہ بھارت سے ایک ایسی روشنی اُٹھتی دکھائی دے رہی ہے جو کسی وقت سارے سنسار کو منوّر کر سکتی ہے لیکن آج جبکہ آریہ سماج اپنی زندگی کے ایک سو برس ختم کرنے اور اپنی پہلی جنم شتابدی منانے کی تیاریاں کر رہا ہے اس کی موجودہ حالت کو دیکھ کر کئی بار یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کہیں یہ شتابدی آریہ سماج کی پہلی برسی تو نہ بن جائے گی۔ میں جانتا ہوں کہ جب میں یہ کہتا ہوں تو کئی بھائی ناراض بھی ہونگے اور کہیں گے کہ میں ضرورت سے زیادہ نراش ہو رہا ہوں۔ ان کی یہ رائے ہے کہ آریہ سماج میں شتھلتا ضرور آ گئی ہے۔ لیکن یہ ایسی نہیں کہ ہم اس کے مستقبل کے متعلق اس قدر مایوس ہو جائیں جیسا کہ میں ہو رہا ہوں۔

میری مایوسی کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو آریہ سماج کی اندرونی دھڑے بندی۔ یہ اوپر سے لیکر نیچے تک زہر کی طرح اس کے جسم میں پھیل رہی ہے اور آہستہ آہستہ اسے ناکارہ کرتی جا رہی ہے۔ جو کچھ ہم سیاسی پارٹیوں میں دیکھتے ہیں وہی کچھ اب ہمیں آریہ سماج میں بھی دکھائی دے رہا ہے۔ کچھ لوگ اپنی خود غرضی کی وجہ سے اسے سیاسی پارٹیوں سے بھی نیچے کی سطح پر لے جا رہے ہیں۔ کبھی اصولوں کی خاطر دھڑے بندی ہو تو سمجھ میں آ سکتی ہے اور اس کا کئی بار فائدہ بھی ہوتا ہے لیکن محض ذاتیات اور خود غرضی کی وجہ سے دھڑے بندی تو کسی بھی سنستھا کو ختم کر سکتی ہے۔ کیا ہم دیکھ نہیں رہے کہ آج کانگرس میں کیا ہو رہا ہے۔ صرف کانگرس ہی نہیں تمام پولیٹیکل پارٹیوں کی یہ حالت ہے۔ وہی کھیل اب کچھ لوگ آریہ سماج میں بھی کھیل رہے ہیں۔ اور اسے اپنی ذاتی لڑائیوں کا اکھاڑہ بنا کر اس کا ستیاناش کر رہے ہیں۔

میری مایوسی کی دوسری وجہ یہ کہ دیش میں آج جو ایک درن پیدا ہو رہا ہے اسے سدھارنے میں آریہ سماج ایک اہم پارٹ ادا کر سکتا تھا۔ اس کا گذشتہ ایک صدی کا اتہاس ہمارے سامنے ہے۔ کسی بھی دوسری سنستھا کا اس قدر شاندار اتہاس آپکو نہ ملے گا جیسا کہ آریہ سماج کا۔ ہمارے دیش میں آریہ سماج ایک واحد سنستھا ہے جس نے ایک ہی وقت میں تین محاذوں پر لڑائی لڑی۔ یعنی دھارمک۔ سماجک اور راج نیتک۔ اس نے جہاں ایک طرف ان برائیوں کے خلاف آواز اُٹھائی جو ہمارے دھارمک ڈھانچہ کو اندر ہی اندر گھن کی طرح کھائے جا رہی تھیں۔ وہاں ہماری سماجک کمزوریوں کے خلاف بھی جہاد کیا۔ اور تیسری طرف یہ ایک غیر ملکی حکومت کے خلاف بھی لڑا۔ یہی وجہ ہے کہ آریہ سماج کو اس دیش کے اتہاس میں وہ مقام ملا ہے جو کسی دوسری سنستھا کے حصہ میں نہیں آئی لیکن آج آریہ سماج ہر محاذ پر کمزور ہو رہا ہے۔ اس کی آواز آپ کو کہیں بھی سنائی نہیں دیتی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے بعض نیتا ذاتی مفاد کی وجہ سے اس وقت اس قدر اندھے ہو رہے ہیں کہ انہیں اس بات کی ذرا فکر نہیں کہ آریہ سماج کدھر جا رہا ہے۔ اور اس کا کیا حشر ہو رہا ہے۔

...... ہمیں یہ نہ بھولنا چاہیئے کہ دُنیا ایک تیز رفتار سے بدل رہی ہے۔ پُرانے نشانات مٹ رہے ہیں۔ اور ان کی جگہ لوگ اپنے لئے نئے نشان مقرر کر رہے ہیں۔ کوئی بھی دھرم۔ کوئی بھی سنسکرتی اور کوئی بھی سنستھا اب زندہ نہیں رہ سکتی۔ جو لوگوں کے تقاضے پورا نہیں کرتی۔ آج کے زمانہ میں جب سائنس کے ذریعہ انسان چاند پر جا اُترا ہے تو آپ اپنے دھارمک سدھانتوں کو بھی ایسے سانچوں میں ڈھالنا ہو گا جن میں بنیادی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے وہ آج کے انسان کی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ آریہ سماج اس ترازو میں پورا اُتر سکتا ہے۔ اگر ہم مہرشی دیانند کی تعلیمات کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش کریں اور انہیں ایک ایسی شکل دیں جس سے کہ آج کا انسان ان سے فائدہ اُٹھا سکے۔ کوئی دھرم اور کوئی سنسکرتی جو انسان کی ضروریات پورا نہیں کرتی۔ اب زندہ نہیں رہ سکتی۔

...... ہمارے دیش کے اتہاس کا وہ وقت نہایت شاندار تھا جب ہم ویدوں کے مطابق اپنی زندگی بنایا کرتے تھے۔ جوں جوں ہم اُن سے دُور ہوتے گئے۔ ہم گرتے گئے۔ اور اب گرتے گرتے ایک ایسے گڑھے میں جا گرے ہیں جہاں سے نکلنا مشکل نظر آ رہا ہے۔ لیکن آریہ سماج آج بھی اس دیش کو اس گڑھے سے نکال سکتا ہے بشرطیکہ وہ پہلے خود اس گڑھے سے نکلے جس میں کہ وہ جا گرا ہے۔ اس لحاظ سے دیش اور آریہ سماج دونوں کا مستقبل ایک دوسرے سے وابستہ ہے۔ اگر ہم آریہ سماج کو بچا لیں تو دیش کو بھی بچا سکتے ہیں۔ ورنہ دونوں ہی ڈوبیں گے۔ (وریندر)

(سنڈے ایڈیشن پرتاپ جالندھر ۱۲ ۱۰ ۶۹)

آہ! مکرم الطاف حسین خان صاحب شاہجہانپوری

ہمارے بہنوئی مکرم و محترم الطاف حسین خانصاحب ۳۰ اگست ۱۹۶۹ء صبح چار بجے ربوہ میں وفات پا گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ موت تو ہر ایک انسان کو آتی ہی ہے لیکن بعض وجود ایسے ہوتے ہیں کہ واقعی اُن کے مرنے کے بعد خلاء پُر نہیں ہو سکتا۔ آپ کا اصلی وطن اودے پور کٹیا ضلع شاہجہانپور تھا۔ آپ وہاں کے معزز و معظم تھے۔ آپ نے ایک بڑی مخلص جماعت بنائی اور اُن کے اندر ایک ایسی روح پھونکی کہ وہ سلسلہ کے لئے ہر قربانی کرنے کے لئے تیار رہتے اور آج جماعت احمدیہ اودے پور کٹیا آپ کی شاندار یادگار ہے۔ پاکستان بننے سے قبل وہ جماعت احمدیہ کے صدر کی حیثیت سے جماعتی کاموں کو سر انجام دیتے رہے آپ نے ایک وسیع دار التبلیغ قائم کر رکھا تھا۔ ہر قسم کے روحانی اسلحہ سے لیس ہندی انگریزی۔ گورمکھی۔ اُردو مختلف زبانوں میں ایک بڑی لٹریچر قائم کی تھی۔ ہر لوبا آریوں اور عیسائیوں سے ہر وقت مناظرے گرم رہتے۔ اُن کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرتے اور لاجواب کر دیتے کسی بڑے سے بڑے مخالف کی کیا مجال تھی جو مرحوم کے سامنے اسلام پر اعتراض کرتا اور مدلل و مسکت جواب پا کر خاموش نہ ہو جاتا۔ آپ جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور سلسلہ کے لئے مالی قربانی دل کھول کر کرتے۔ اُن کی یادگار ایک سفید مینارہ والی خوبصورت مسجد قائم ہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ ہجرت کر کے ربوہ چلے گئے۔ آپ کو الاٹمنٹ کے سلسلہ میں چنیوٹ میں ایک مکان اور کچھ زمین ملی۔ یہاں بھی اپنی پرانی عادت کے مطابق سلسلہ کی تبلیغ میں مصروف رہے اور عمر کے آخری حصہ میں بھی احمدیت کی خدمت کا حق ادا کرتے رہے خاکسار کو اکثر اوقات اُن کے پاس رہنے کا موقعہ ملا تبلیغ کا انداز بیان نہایت اعلیٰ تھا اور مخالف سے بات کرنے کا اچھا ملکہ حاصل تھا۔ سلسلہ کی کتب پڑھنے کا بے پناہ شوق تھا۔ صبح کو چند منٹوں میں بڑی سے بڑی کتاب پڑھ لیتے۔ اور خاکسار جب اُن کو کہتا کہ مولانا صاحب ناشتہ تو کر لیں۔ تو کہتے کہ ہمارا ناشتہ تو یہی ہے۔ مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے وہ جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر اپنے اخراجات پر غیر احمدی دوستوں کو لاتے۔ اور قادیان کے بزرگوں سے تعارف کراتے اور سلسلہ کی کتب خرید کر دیتے۔ اور نہایت پیار و محبت سے پڑھنے کی تحریک فرماتے۔ بہر حال مرحوم بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ مرحوم نے اپنے پیچھے ۳ بیویاں اور کئی لڑکے لڑکیاں پوتے اور نواسے چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کا حافظ و ناصر ہو۔ اور مرحوم کو اُن کی خدماتِ سلسلہ کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں اپنے قربِ خاص سے نوازے۔ آمین ۔

خاکسار مظہر حسین صابر قادیان

درخواست ہائے دعا

* ـــــ میرے والد مکرم عطاء اللہ صاحب خادم مسجد احمدیہ محلہ باغبانپورہ گوجرانوالہ بعارضہ فالج عرصہ ایک ماہ سے فریش ہیں جسم کا دایاں حصہ متاثر ہوا ہے۔ دیگر عوارض بھی لاحق ہیں۔ احباب کرام انکی صحت و شفایابی کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار عبد العزیز سابق وطن چارکوٹ
ضلع پونچھ مقیم مسجد احمدیہ محلہ باغبانپورہ گوجرانوالہ

* ـــــ خاکسار ایک غریب اور ضعیف العمر احمدی ہے اپنی دینی و دنیوی ترقیات کے حصول کیلئے نیز جملہ پریشانیوں کے ازالہ کیلئے بزرگان و احباب جماعت کی خصوصی دعاؤں کا محتاج ہے۔ خاکسار میاں عطاء اللہ احمدی چک نمبر ۱۶۳ ڈاکخانہ شتاب گڑھ ضلع ملتان

اظہار تشکر اور درخواست دعائے مغفرت

خاکسار کے والد محمد قمر علی صاحب مرحوم جو پرانے اور مخلص احمدی تھے کی انوسناک وفات پر جن احباب و بزرگان نے تعزیتی خطوط ارسال فرمائے ہیں اُن سب کا تہ دل سے شکر ادا کرتے ہوئے محترم والد صاحب مرحوم کی مغفرت و بلندی درجات کیلئے دردمندانہ دعاؤں کا خواستگار ہوں۔ خاکسار محمد شمس الحق بنگالی

تبلیغی و تربیتی دورہ جماعت ہائے احمدیہ کشمیر بقیہ صفحہ اوّل

امسال اپالو ۱۱ کے چاند پر اترنے کی وجہ سے بہت سے خیالات مسلمانوں میں بھی یہ پیدا ہو رہے تھے کہ کیا قرآنِ مجید میں بھی ان امور کا کچھ تذکرہ ہے؟ اسلئے اس سال خاکسار نے قرآن مجید کی روشنی میں موجودہ سائنسی ترقیات پر تقریر کی۔ خاکسار کی یہ تقریر ایک گھنٹہ سے زیادہ جاری رہی۔ میری تقریر سے قبل محترم مولوی بشیر احمد صاحب صاحب خادم نے قرآنِ مجید کے ایک رکوع کی تلاوت کی اور اس کا ترجمہ بھی کیا۔ مکرم مولوی عبدالحق صاحب فضل نے جماعتِ احمدیہ کے تعارف کے عنوان پر خاکسار کی تقریر کے بعد چند منٹوں کے لئے خطاب کیا۔ تقاریر کے بعد سوال وجواب کا موقع دیا گیا۔ اور حاضرین نے متعدد سوالات کئے جن کے جوابات دیئے گئے۔

دو گھنٹہ تک مسلسل یہ کارروائی جاری رہی۔ کارروائی کے اختتام پر مکرم مولوی غلام نبی صاحب فاضل نے جماعتِ احمدیہ کا لٹریچر تقسیم کیا۔ اور پرنسپل صاحب نے شکریہ ادا کیا۔ اور وفد کی چائے کے ساتھ تواضع کی۔ محترم اسد اللہ رشی صاحب پرنسپل ٹریننگ کالج کو آخر میں قادیان جلسہ کے موقع پر آنے کی دعوت دی گئی اور انہوں نے وعدہ بھی فرمایا کہ وہ امسال قادیان جانے کی کوشش کریں گے۔

بیعتیں

عرصہ زیر رپورٹ میں چار افراد بیعت کر کے جماعتِ احمدیہ میں شریک ہوئے بیعت کرنے والوں میں ایک دوست شورت کے نوجوان ہیں۔ شورت میں ۱۴ ستمبر کو تبلیغی جلسہ تھا۔ جلسے کے بعد اس نوجوان نے جس کا نام غلام محی الدین صاحب ہے۔ خاکسار کے نام ایک درخواست دی کہ میں احمدیت میں داخل ہونے کے لئے بیتاب ہوں اور میرے والد سخت مخالفت کر رہے ہیں لیکن میری بیعت لی جائے اور اس میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ چنانچہ عہدیدارانِ جماعت احمدیہ شورت کے مشورہ سے اس نوجوان کی بیعت کا فارم پُر کیا گیا۔ مکرم مولوی غلام نبی صاحب نے شرائطِ بیعت کشمیری زبان میں بیان کیں اور ازاں بعد بیعت کے الفاظ کشمیری زبان میں اس نوجوان سے پڑھوائے۔ بیعت کے وقت احبابِ جماعت پر ایک ایمانی کیفیت طاری تھی۔ بیعت کے بعد خاکسار نے ایک مختصر تقریر کی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالفین کا حشر بیان کیا اور اس نوجوان کیلئے احبابِ جماعت کو دُعا کی تحریک کی۔ اس مختصر تقریر کے بعد خاکسار نے دعا کرائی۔ دُعا کے بعد محترم خواجہ محمد عبداللہ صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ شورت نے شہیدِ احمدیت حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب رضؓ کی مدح میں ایک نظم سُنائی۔ اس نظم کے بعد خاکسار نے شہید مرحوم رضؓ کے بعض رُوح پرور حالات بیان کئے۔ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بیعت کرنیوالوں کو استقامت عطا فرمائے۔

کشمیر میں اس وفد کی آمد کے موقع پر عہدیدارانِ جماعت، اور احبابِ جماعت نے جو پُرخلوص تعاون فرمایا ہے میں اس کیلئے بحیثیت امیر وفد شکریہ ادا کرتا ہُوں۔ اور توقع رکھتا ہوں کہ آئندہ بھی احباب اور عہدیداران جماعتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔

جیسا کہ شورت کے جلسہ میں یہ اعلان ہُوا تھا کہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کے فیصلہ کے مطابق سردست صوبائی انتظام ختم کر دیا گیا ہے۔ اس انتظام کے ختم ہونے پر ہر جماعت کے عہدیداران کی ذمہ داری بہت بڑھ گئی ہے۔ عہدیداران کا فرض ہے کہ وہ پہلے سے زیادہ تن دہی سے کام کریں اور اپنا تعلق مرکز سے قائم رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام اور احمدیت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمادے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

رپورٹ یوم التبلیغ جماعت احمدیہ سونگھڑہ

مقامی جماعت نے مورخہ ۲۶ ۱۰ / ۶۹ کو یوم التبلیغ منایا۔ خاکسار کی قیادت میں احبابِ جماعت اور خُدام کا ایک وفد محلہ سالجنگ کے لئے روانہ ہُوا۔ محلّہ کے رئیس اور چند نوجوانوں کو انفرادی تبلیغ کی گئی۔ اور بغرضِ مطالعہ لٹریچر بھی دیا گیا۔ اسی طرح دوسرے احباب نے بھی انفرادی طور پر مختلف مقامات پر یوم تبلیغ منایا۔ اور لٹریچر تقسیم کیا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری مساعی کو کامیاب کرے اور سعید رُوحوں کو قبولِ احمدیت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

خاکسار: سید فضل عُمر کٹکی
خادم سلسلہ احمدیہ مقیم سونگھڑہ

چندہ جلسہ سالانہ لازمی ہے

جلسہ سالانہ کے مبارک ایام میں اب صرف ڈیڑھ ماہ باقی ہے۔ اُمید ہے کہ احبابِ جماعت اس میں شرکت کی تیاری کر رہے ہوں گے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ دوستوں کو اس اجتماع میں شرکت کی توفیق عطا کرے آمین۔

احباب کو عِلم ہے کہ چندہ جلسہ سالانہ لازمی چندوں میں سے ہے۔ جس کی شرح ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ سال میں ایک مرتبہ جلسہ سالانہ کے اخراجات کے لئے ادا کرنا ضروری ہے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہُ متعدد مرتبہ تاکید فرماتے رہے ہیں کہ اس چندہ کی پُوری ادائیگی جلسہ سالانہ سے قبل ہو جانی چاہیئے۔ تاکہ جلسہ سالانہ کے اخراجات میں سہولت ہو سکے۔ حضور رضؓ نے فرمایا:۔

"مَیں یہ تحریک کرتا ہوں کہ جلسہ سالانہ کے چندہ جمع کرنے میں دوست ہمّت سے کام لیں۔ تاکہ جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کے لئے پہلے سے انتظام کیا جاسکے۔ اصل میں تو چندہ جلسہ سالانہ سال کے شروع ہی میں دینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر اجناس وقت پر خرید لی جائیں تو اُن پر بہت کم خرچ آتا ہے"

سالِ رواں میں اب تک جو آمد ہوئی ہے وہ متوقع بجٹ آمد کا ۱/۴ حصہ کے قریب ہے اور اصل اخراجات جلسہ سالانہ سے بہت کم ہے۔ لہٰذا ایسے دوست اور ایسی جماعتیں جن کے ذمہ ابھی تک اس چندہ کی رقوم قابلِ ادا ہوں کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ توجّہ فرما کر جلد بقایا چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی فرمادیں۔

عہدیداران کو چاہیئے کہ وہ اپنی اپنی جماعت کے دوستوں کے ذمہ بقایا چندہ جلسہ سالانہ کا جائزہ لے کر بقایا دار دوستوں سے وصولی کی طرف جلد از جلد توجّہ فرماویں۔

زکوٰۃ

ادائیگیٔ زکوٰۃ ایک شرعی فریضہ ہے۔ رمضان المبارک کا مقدس مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ اور اس میں اب صرف چند یوم باقی ہیں۔ صاحبِ نصاب احباب اس بابرکت مہینہ میں زکوٰۃ کی رقوم بھجوایا کرتے ہیں۔ لہٰذا صاحبِ نصاب احباب کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس شرعی فریضہ کی طرف جلد توجہ فرمادیں۔ اگر ہمارے دوست اور ہماری بہنیں صحیح جائزہ لیں تو بفضلہٖ تعالیٰ اکثر گھروں سے کچھ نہ کچھ زکوٰۃ نکل سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سب افرادِ جماعت کو اپنے فضل سے مالی قربانی اور خدمتِ سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے آمین۔

ناظر بیت المال (آمد) قادیان

خط و کتابت کرتے ہُوئے چِٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

ادارتیہ بقیہ صفحہ ۲

تدابیر کے تحت مختلف قسم کے شکوک وشبہات پھیلا کر خالص رُوحانی قدروں کو مشتبہ کیا جاتا ہے اور دینِ حق سے برگشتہ کرنے کے لئے ایسے طریق اختیار کئے جاتے ہیں کہ سادہ لوح مسلمان بھی دینِ متین کی حقیقتوں کو ان ہی کے آئینہ میں دیکھنے لگیں۔ اور نتیجۃً اسلام کی امتیازی شان کو کم کر دیں جو اُسے تمام دُنیا کے مذاہب کے مقابلہ میں حاصل ہے۔ تو ان حالات میں ہر سچّے اور مخلص مسلمان کا اوّلین فرض قرار پاتا ہے کہ ایسے شکوک وشبہات کو معقولی رنگ میں دُور کرنے کی کوشش کرے۔ بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ اس زمانہ کا اصلی جہاد بھی یہی ہے اور قرآنِ کریم نے اس فریضہ کی طرف توجّہ دلاتے ہوئے حکم دیا ہے کہ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا۔

خدا کے فضل سے جماعتِ احمدیہ شروع ہی سے اِس جہاد میں لگی ہوئی ہے۔ خدا کرے کہ دوسرے مسلمان بھی اپنے دین سے سچی محبت کا ثبوت دیتے ہوئے اظہار کے ہر اہم موقعہ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں تا اسلامی اور دینی قدریں ہمیشہ ہی دُنیا کے سامنے اپنی اصلی اور حقیقی شکل میں پیش ہوتی رہیں۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْقُ۔

رمضان المبارک میں فدیۃ الصیام اور انفاقِ مال

از محترم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب فاضل امیر جماعتِ احمدیہ قادیان

رمضان شریف کا بابرکت مہینہ شروع ہونے والا ہے۔ اس مبارک مہینہ میں ہر عاقل بالغ اور صحت مند مسلمان کے لئے روزہ رکھنا فرض ہے۔ روزہ کی فرضیت ایسی ہی ہے جیسے دیگر ارکانِ اسلام کی۔ البتہ جو مرد یا عورت بیمار ہو اور ضعف پیری یا کسی دوسری حقیقی معذوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو اس کو اسلامی شریعت نے "فِدْيَةُ الصِّيَام" ادا کرنے کی رعایت دی ہے۔

از روئے شریعت اصل فدیہ تو یہ ہے کہ کسی غریب محتاج کو اپنی حیثیت کے مطابق رمضان المبارک کے ہر روزے کے عوض کھانا کھلا دیا جائے۔ لیکن یہ صورت بھی جائز ہے کہ نقدی یا کسی اور طریق سے کھلانے کا انتظام کر دیا جائے۔

سو میں ایسے معذور دوستوں کی خدمت میں بذریعہ اعلان ہذا گزارش کروں گا کہ اُن میں سے جو احباب پسند فرمائیں کہ اُن کی رقم سے کسی مستحق درویش کو روزہ رکھوا دیا جائے وہ فدیہ کی رقم قادیان میں ارسال فرمائیں۔ اس طرح ان کی طرف سے ادائیگی فرض بھی ہو جائے گی اور غریب درویشان کی ایک حد تک امداد بھی ہو سکے گی۔

فدیہ کے علاوہ بھی رمضان شریف میں روزہ رکھنے والوں کو اپنی اپنی استعداد کے مطابق سُنّتِ نبوی صلّے اللہ علیہ وسلم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے صدقہ و خیرات کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رمضان المبارک میں نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سخاوت کرنے والا اور کوئی نہیں دیکھا۔ پس قُربِ الٰہی میں ترقی کے لئے احباب کرام کو اس نیکی کی طرف بھی خاص نگاہ رکھنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو اس نیکی کے بجا لانے کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ اور رمضان المبارک کی بے پایاں برکات سے بڑھ چڑھ کر متمتع ہونے کی سعادت بخشے۔ اللّٰھم آمین ؛

رمضان المبارک کی آمد

جماعتوں میں درس القرآن، نماز باجماعت اور تراویح کا خاص انتظام ہونا چاہیئے

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ جلد ہی شروع ہونے والا ہے۔ احباب اور جماعتوں کو اس کی برکات سے زیادہ سے زیادہ فیضیاب ہونا چاہیئے۔ ہر جماعت خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی، اس میں نماز باجماعت۔ تراویح۔ درس القرآن کا باقاعدہ انتظام ہونا چاہیئے۔ مبلغین کرام رمضان میں حتی الوسع دَورہ نہ کریں۔ بلکہ اپنے ہیڈ کوارٹر میں اگر جماعت بڑی ہو تو درس کا اور دوسری باتوں کا انتظام کریں۔ ورنہ اپنے حلقہ کی کسی بڑی جماعت میں قیام کر کے اِن امور کا اہتمام کریں۔ جن جماعتوں میں مبلغ متعین نہیں ہیں ان جماعتوں کے پڑھے لکھے دوستوں میں سے کسی کو تفسیر کبیر سے یا کم از کم تفسیرِ صغیر سے پڑھ کر درس دینے کے لئے مقرر کیا جائے۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

اعلانِ نکاح و تقریبِ رخصتانہ

خاکسار نے مورخہ ۲۰ اخاء کو محترم پروفیسر شاہ شکیل احمد صاحب آف گیا (بہار) کی صاحبزادی عزیزہ امۃ النصیر صاحبہ کا نکاح مکرم محمد اطہر الحق صاحب ابن مکرم محمد ابراہیم صاحب ڈی۔ ایس۔ پی۔ ساکن بینکال اڑیسہ کے ہمراہ مبلغ -/۴۱۰۰ روپے حق مہر پر پڑھا۔ اس موقعہ پر مکرم پروفیسر صاحب موصوف کے قریبی رشتہ داروں کے علاوہ شہر کے معززین بھی کثیر تعداد میں موجود تھے۔ اعلانِ نکاح کے بعد حاضرین کی ناشتہ سے تواضع کی گئی۔ ۲۱ اخاء کی صبح کو تقریبِ رخصتانہ عمل میں آئی۔ احباب دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کے لئے بابرکت اور مثمر ثمراتِ حسنہ بنائے آمین۔

خاکسار:
عبد الحق فضل مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ

اعلانِ نکاح

مسماۃ مبارکہ بیگم صاحبہ بنت مکرم عبد الرقیب صاحب ساکن یادگیر کا نکاح مکرم محمد ادریس صاحب فراش ولد غلام جیلانی صاحب فراش ساکن یادگیر کے ساتھ مبلغ -/۹۲۵ روپے حق مہر پر محترم محمد امام صاحب غوری سیکرٹری دعوۃ و تبلیغ یادگیر نے پڑھایا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو جانبین کیلئے برکتوں کا موجب بنا دے۔ آمین

مکرم محمد امام صاحب غوری نے اعانتِ بدر میں مبلغ پانچ روپے بھی ارسال فرمائے ہیں۔ جزاکم اللہ۔

ناظر امورِ عامہ قادیان

جماعتِ احمدیہ سونگھڑہ کا تبلیغی اور تربیتی اجلاس

حسب دستور مورخہ ۲۴ اکتوبر بعد نماز مغرب و عشاء جماعتِ احمدیہ سونگھڑہ کا تبلیغی و تربیتی اجلاس زیر صدارت مکرم امیر صاحب مقامی منعقد ہوا۔ مکرم سید عبد اللہ اسلم صاحب کی تلاوت قرآن کریم اور عزیزم عبد المجید صاحب کی نظم خوانی کے بعد اس اجلاس کی پہلی تقریر مکرم سید سیف الدین صاحب بی اے نے تربیتی امور کو مدنظر رکھ کر کی۔ دوسری تقریر خاکسار نے سیرت رسول پاکؐ کے زیر عنوان کی جس کے دوران وفاتِ مسیح از روئے قرآن پر بھی مختصر روشنی ڈالی آخر میں محترم صدر صاحب نے قریباً ایک گھنٹہ تک صداقت مسیح موعود پر ایک پُر مغز تقریر کی جس میں اکنافِ عالم میں اشاعتِ اسلام اور دشمنانِ احمدیت کی شکست کو بہترین پیرایہ میں بیان کیا۔ بعد دُعا کے اجلاس برخواست ہوا۔

خاکسار:
سید فضلِ عمر کٹکی خادم سلسلہ مقیم سونگھڑہ۔

ولادت: مورخہ ۲۰ اکتوبر ۶۹ء کو مکرم حافظ عبد العزیز صاحب خادم مسجد اقصےٰ کو اللہ تعالیٰ نے دوسرا لڑکا عطا فرمایا ہے جو حافظ صاحب کا تیسرا بچہ ہے۔ نومولود کے نیک صالح اور خادمِ دین ہونے اور لمبی عمر پانے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔ (ایڈیٹر)

پٹرول یا ڈیزل سے چلنے والے ٹرک یا کاروں

کے ہر قسم کے پُرزہ جات آپ کو ہماری دُکان سے مل سکتے ہیں۔ اگر آپ کو اپنے شہر یا کسی قریبی شہر سے کوئی پُرزہ نہ مل سکے تو ہم سے طلب کریں۔

پتہ نوٹ فرمالیں!

آٹو ٹریڈرز ۱۶ مینگو لین کلکتہ نمبر ۱

AUTO TRADERS 16 MANGOE LANE CALCUTTA - 1

تار کا پتہ: "Autocentre" } { فون نمبرز: 23 - 1652, 23 - 5222

سپیشل گم بوٹ

جن کے آپ عرصہ سے متلاشی ہیں!!

مختلف اقسام، دفاع - پلیس - ریلوے - فائر سروسز - ہیوی انجینئرنگ - کیمیکل انڈسٹریز - مائنز - ڈیریز - ویلڈنگ شاپس اور عام ضرورت کے لئے دستیاب ہو سکتی ہیں!!

گلوب ربڑ انڈسٹریز

★ — آفس و فیکٹری: ۱۰ - پربھو رام سرکار لین کلکتہ ۱۵ فون نمبر ۲۴ - ۳۲۷۲

★ — شو روم: ۱/۲۱ نو رجیت پور روڈ کلکتہ ۱ فون نمبر ۳۴ - ۰۴۰۱

تار کا پتہ: گلوب ایکسپورٹ